اگست 1971

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود
صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ
معزالدین فاؤنڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب
نے کروایا ہے، (بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے

No.	Issue	No.	Issue	No.	Issue
1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April

نزدیک دولت اور روپیہ ہی ایسی تخریبی قوت ہے جس کی اندھی دوڑ سے ظلم وستم، جبر واستبداد، استحصال، محرومیوں اور تلخیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ دولت ہی اجتماعی اور انفرادی اخلاق و کردار کی تعمیر اور تخریب کرتی ہے۔ الغرض دولت اور مادیت ہی سب کچھ ہے۔ دولت کے وسائل پر اگر پوری طرح قابو پالیا جائے اور اس کی منصفانہ تقسیم کی جائے تو معاشرہ سے استحصال اور منافع خوری ختم ہو جاتی ہے۔ لوگ اپنی استعداد کے مطابق کام کرتے ہیں۔ ریاست ان کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ چنانچہ اشتراکی مذہب کو بھی استحصال کا ایک عنصر شمار کرتے ہیں۔ اور ان کے مطابق مذہب استحصال کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور سرمایہ دار مذہب کی آڑ میں مزدور اور اجیر کو لوٹ رہے ہیں۔ اس لیے ان کا نظریہ ہے کہ روزی کے اعتبار سے خدا کو کوئی اختیار نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل نہیں۔ وہ انسانی عقل اور فہم و فراست کو فلاح و بہبود اور خوش حالی کے حصول کے لیے کافی سمجھتا ہے۔ مادی ترقی کو مقصدِ حیات بناتا ہے اس کے مذہب میں نہ کوئی اللہ ہے اور نہ ہی اللہ کا کوئی دین ہے اور نہ ہی کوئی یوم حساب یا حیات بعد از موت ہے انسان بھی دیگر حیوانات کی طرح عمل کرتا ہے جس طرح کیڑے مکوڑے مر کر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح انسان اپنی لمبی عمر ختم کر کے مر جاتا ہے۔ اور مٹی سے مل کر مٹی ہو جاتا ہے۔ اس کا قیامت کے روز کوئی حساب کتاب نہیں ہو گا اور نہ ہی کوئی قیامت کا دن ہو گا۔ آدمی اپنے اعمال کی سزا اور جزا اس دنیا میں بھگت لیتا ہے۔ اشتراکیوں کا نظریہ اور فلسفہ ہے کہ مشینی دور کے ارتقا کے عمل سے تمام صنعتوں میں سرمایہ داروں کی اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ حکومت قانون اور طاقت کے جملہ ذریعوں پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ وہ باقاعدہ متحد اور منظم ہو کر عوام کی لوٹ کھسوٹ اور استحصال میں شریک ہو جاتے ہیں۔ مزدور اور اجیر مشین کے ادنیٰ اور حقیر پرزوں کی مانند کام کرتا جاتا ہے لیکن صدائے احتجاج بھی نہیں بلند کر سکتے کیونکہ حکومت قانون اور طاقت پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہوتا ہے۔ اُمرا جو اپنے مشترک مفادات کے تحت ایک مشترکہ محاذ بنا لیتے ہیں مل جل کر مزدور کی محنت پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں اور مزدور کی خون اور پسینہ سے پیدا کی ہوئی دولت عیش و عشرت کی نذر کر دیتے ہیں مزدور بے چارہ دو وقت کی روٹی کو ترس جاتا ہے ان اُمرا کا ٹولہ اپنی مرضی کے مطابق قانون سازی کرتا ہے عدالتیں، پولیس اور فوج بناتا ہے تاکہ فوج اور پولیس ان کے مفادات کی حفاظت کرے۔ ان کے اقتدار میں فرق نہ آئے عوام سرمایہ داروں کے چکر میں اس طرح پھنس جاتے ہیں کہ اس چکر سے نکلنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ سرمایہ دار کا استحصال کا پنجہ مزدور اور اجیر پر مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔

اشتراکیوں کا نظریہ یہ ہے کہ انسان کو ظلم وستم اور جبر واستبداد سے بچانے کا واحد طریقہ ہے کہ دولت کی پیداوار اور تقسیم کا کام سرمایہ داروں سے چھین کر مزدوروں اور اجیروں

کے حوالے کر دیا جائے تاکہ ان کا استحصال نہ ہو اور وہ اپنی محنت و مشقت اور استعداد کے مطابق کام کریں۔ اور اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کر سکیں۔ یہ درست ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں معیشت میں متمول افراد عیاشی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ فحاشی، عصمت فروشی، بردہ فروشی عام ہو جاتی ہے۔ رشوت، ڈاکہ زنی، جوا، شراب رواج بن جاتا ہے دولت مند دولت کے نشہ میں اخلاقی حدود پھلانگ کر غریبوں اور کمزوروں کی جان و مال اور عزت پر ڈاکہ زنی سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔ غربا اور مساکین کو تنگ کرنا اور لوٹنا ان جیسی صفات سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کا شغل ہوتا ہے جا بجا عدالتیں قائم ہوتی ہیں۔ عدالتوں کی اونچی اونچی دیواریں دور سے نظر آتی ہیں۔ لیکن انصاف ان کے نزدیک نہیں بھٹکتا سرمایہ داری میں مذہب محض نمائش یا سرمایہ داری کی حفاظت کے لیئے ہوتا ہے۔ اس لیئے اشتراکی کلیساؤں اور مذہبی رہنماؤں کو عوام کا دشمن تصور کرتے ہیں۔ کلیساؤں، گرجوں اور پادریوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔ سرمایہ داری کے خلاف نفرت کے جذبہ کو ہوا دے کر عوام میں انقلابی جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ خونیں انقلاب سے پرولتاریہ کی حکومت قائم کرتے ہیں اور اشتراکی نظام کو قائم رکھنے کیلئے ہر علاقہ میں ایک کمیونسٹ پارٹی بنائی جاتی ہے یہ چھوٹی چھوٹی پارٹیاں مرکزی کمیونسٹ پارٹی کے تحت کام کرتی ہیں۔

کارخانوں، زمینوں، بینکوں اور تعلیمی اداروں کو قومی ملکیت میں لے لیا جاتا ہے۔ ذاتی اور نجی کاروبار کی اجازت نہیں دی جاتی اور نہ ہی ذاتی ملکیت کو گوارا کیا جاتا ہے۔ ریاست میں سب کچھ یہاں تک کہ افراد بھی ریاست کی ملکیت ہوتے ہیں۔ نہ کہ ریاست افراد کے لیئے کوئی آدمی پرائیویٹ پراپرٹی نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہی کوئی شخص حکومت کے خلاف زبان کھول سکتا ہے۔ ریاست صرف افراد کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے اور اس کے عوض فرد سے اس کی استعداد کے مطابق کام لیا جاتا ہے۔ کوئی فرد کام کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ بالفاظ دیگر انفرادی یا جماعتی سرمایہ داری حکومت کی سرمایہ داری بن جاتی ہے اور یہ مشترکہ سرمایہ داری عوام کی فلاح و بہبود کے لیئے وقف ہوتی ہے سرمایہ داری سے تمام منافع کو عوام کے فائدے کیلئے صرف کیا جاتا ہے

بلاشبہہ سرمایہ دارانہ نظام سے تنگ آئے ہوئے غریب اور افلاس زدہ لوگوں نے اس نظام کی تائید کی۔ یہ بھی درست ہے کہ اشتراکی ریاستوں میں چوری، ڈکیتی، قتل و غارت اور اغوا کی وارداتیں معاشرے سے ختم ہو گئیں۔ اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اشتراکی ممالک میں ڈاکہ زنی، سرمایہ داروں کا استحصال، اجناس خوردنی میں ملاوٹ، بدعنوانیاں اور رشوت کا وجود بہت حد تک ختم ہو چکا ہے۔ ہر شخص کی داد رسی کی جاتی ہے۔ انصاف مہنگا اور پیچیدہ نہیں رہا۔ ریاست کی زمام کار مزدوروں اور اجیروں کی جماعتوں کے ہاتھوں میں ہے حکومت لوٹ کھسوٹ، استحصال اور لالچ و طمع کے بغیر ریاست کے امور سر انجام دیتی ہے۔ تاہم اشتراکی ممالک میں فرد کو روٹی کپڑا اور مکان دے کر اس کے عوض اس کی شخصی اور اجتماعی آزادیاں

چھین لی گئی ہیں۔ اور تمام تر اختیارات حکومت کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔

اشتراکیت نظام ربوبیت پر یقین نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی سے منکر ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ انسان اپنی عقل و فکر اور محنت سے ہی بام عروج پر پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی بجائے وہ اپنے عوام کے ذہنوں میں تشدد اور یکطرفہ پراپیگنڈے سے اپنے لیڈر یا رہنما کا خوف پیدا کر دیتے ہیں وہ صرف مادی قوتوں کی منفعت میں یقین رکھتے ہیں اپنے لیڈروں کی ذہانت کو خطا اور غلطی سے بالاتر تصور کرتے ہیں۔

مذہب بعض اشتراکی ممالک میں افراد کا ذاتی مسئلہ ہے لیکن کسی فرد کو ایسا مذہب اپنانے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاتی جس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ معیشتی ترقی متاثر ہو۔ خدا کے اختیار کا دائرہ ریاست کے معاملات سے باہر ہے سود اور جاگیرداری کی ممانعت ہے۔ پیداواری وسائل اور تقسیم کے قدرتی وسائل کو قومی ملکیت میں لے لیا گیا ہے معمولی پردہ وغیرہ جیسے اخلاقی ضوابط پر سختی سے عمل کرایا جاتا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ مشرق)

انوار القرآن

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

ترجمہ: ۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی اور ان کے کانوں پر۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے اور بعض ایسے لوگ ہیں جو (زبان سے) کہتے ہیں ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے ہی نفسوں کو، اور وہ اس کو سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری کو اور زیادہ کر دیا ہے اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے

مطالب: ۔ اوپر کی آیات میں کفار مکہ کے ہدایت کو قبول نہ کرنے کا سبب بیان کیا ہے۔ کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے۔ الخ مہر کرنے سے حقیقتاً مہر کرنا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ان کے قلوب کو ایسی حالت پر کر دینا

ہے جس سے وہ کفر اور معاصی کو نیک اور ایمان اور طاعات
کو بُرا جانیں اللہ تعالیٰ کا ان کے دِلوں کو ایسا کر دینا ان کے
حد سے زیادہ گمراہی میں تجاوز کر جانے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جب
کوئی شخص عقل خدا داد اور عطا شدہ حواس سے خدا تک
پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس سے وہ قوٰی و اسباب
مسلوب کر لیتا ہے جو اس کو اسی غرض کے واسطے عطا کئے
گئے تھے۔ کفار مکہ کے سامنے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے آپ کو اللہ کے حکم سے ایک عظیم الشان آخری پیغمبر
کی حیثیت سے پیش کرتے ہوئے ان کو دین حق کی دعوت
دی اور کفر و شرک کے ترک کرنے کو کہا تو انہوں نے ایمان
لانے سے انکار کیا اور در پئے آزار ہو گئے۔ اور مسلسل پیغام
حق پہنچانے کے باوجود بھی مخالفتِ حق سے باز نہ آئے
اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمیشہ کے واسطے دولتِ ایمان سے بے
بہرہ کر دیا۔ اب دِل ہے کہ وہ حق کو سمجھتا نہیں، اور کان
ہیں تو وہ سنتے نہیں۔ گویا ان دونوں پر مہر کر دی ہے اور
آنکھیں ہیں کہ وہ حق کو دیکھتی نہیں گویا ان کے اوپر کوئی
پردہ لٹک رہا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے بڑا عذاب یعنی
آخرت کا عذاب ہے۔ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اس
کے بعد منافقین کا حال بیان کیا ہے۔ منافقین وہ لوگ
تھے جو زبان سے اپنے ایماندار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے
لیکن دِل سے انکار کرتے تھے یہ گروہ مخلص ایمانداروں اور
کافروں کے مابین تھا۔ یہ گروہ اہل اسلام کے واسطے کافروں
سے بھی زیادہ خطرناک اور بُرا تھا۔ ان کا کام یہ تھا کہ
مسلمانوں کے پاس آتے تو کہتے ہم مسلمان ہیں اور کافروں
کے پاس جاتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف زبان
سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں
گویا وہ اللہ اور ایمانداروں کو اپنی اصلی حالت کو پردے
میں رکھ کر فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ فریب نہیں دیتے
مگر اپنے ہی نفسوں کو۔ یعنی اس کا وبال ان کے نفسوں پر
ہی پڑے گا۔ اللہ کو دھوکہ دینا اس واسطے ناممکن ہے کہ
وُہ ظاہر و باطن کا عالم ہے اور ایمانداروں کو وہ اس واسطے
دھوکہ نہیں دے سکتے کہ اللہ اپنے رسول کے ذریعہ سے ان کے
مکر و فریب پر ان کو اطلاع کر دیتا ہے۔ لہٰذا ان کے شر
اور گزند سے ایمانداروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا بلکہ
خود منافقین کا جب ان کا کوئی داؤ نہیں چلتا اور ان کا
چھپا ہوا راز طشت از بام ہو جاتا ہے تو فضیحت اور رسوائی
سے بُرا حال ہوتا ہے۔ پھر ان کی کسی بات کا بھی اعتبار نہیں
آتا۔ اگرچہ وہ سچ ہی کہتے ہوں۔ منافق کی تعریف یہ ہے
کہ وہ اپنی زبان کے ساتھ ایمان کا اعتراف و اقرار اور دل
سے اس کا انکار کر دے۔ صبح کو وہ ایک حال پر اور شام کو
دوسرے حال پر ہو اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کے
بارے میں فرمایا کہ " ان کے دِلوں میں مرض ہے " یعنی شک
اور نفاق ہے۔

مرض لغت میں انسان کے اپنے اعتدال سے حواس
کے مزاج سے خاص ہے نکل جانے اور کمزور ہو جانے کو کہتے ہیں

اس آیت میں شک اور نفاق کو جو اُن کو مرض کی بابت تھا مرض اس لئے کہا گیا ہے کہ اس سے دین کمزور ہو جاتا ہے جس طرح مرض سے بدن کمزور ہو جاتا ہے "پس اللہ نے ان کے مرض کو زیادہ کیا" یعنی جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی وہ اس کے ساتھ کفر کرتے اس وجہ سے ان کا مرض شک اور نفاق کا پہلے سے زیادہ ہو جاتا" ان کے واسطے دردناک عذاب ہے" یعنی اس کا درد ان کے دلوں تک پہنچے گا۔ اس واسطے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے اس طرح کہ وہ کہتے تھے ہم مومن ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں تھے۔

منافقوں کی علامات :- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ صحیح مسلم میں اس پر یہ لفظ زیادہ ہے " اگرچہ وہ روزہ رکھے، نماز پڑھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے" مشکوٰۃ

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں چار چیزیں ہوں وہ خالص منافق ہے۔ اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو فحش بکے۔ (مشکوٰۃ)

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی مثال اس بکری کی ہے۔ جو بکریوں کے دو گلوں کے درمیان بھاگتی پھرتی ہے کبھی ادھر آکر چرتی ہے اور کبھی ادھر جا کر چرتی ہے۔ یعنی اس کا تعلق ان دو گلوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں جس طرف وہ چارہ دیکھتی ہے اس میں آکر چرنے لگتی ہے۔ یہی حال منافق کا ہے نہ وہ مسلمانوں میں شامل ہے اور نہ کافروں میں۔ اپنے فائدے کی خاطر کبھی ادھر آجاتا ہے اور کبھی ادھر چلا جاتا ہے۔

تاریخ اسلام کا زریں ورق

عدل فاروقی

(حضرت مولانا ابونعیم سید اکبر حسینی صاحب آرزو حیدرآبادی)

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین بھی ہیں، خلیفۃ المسلمین بھی، شجاعت و مردانگی میں مرد میدان ہیں تو تدبر اور سیاست میں فرد کامل، عدل و انصاف میں عدیم النظیر ہیں۔ تو متقی و عابد شب بیدار بھی غرض عالم بھی ہیں شب بیدار بھی۔

شہنشاہی دربار دیکھنے والے جہاں لعل و گہر کی آب و تاب

سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں یہی خیال کرتے تھے کہ اس جلیل القدر امیر
کی بارگاہ خلافت جس کے نام سے سب لرزہ براندام ہوتے تھے۔
شان و شوکت اور زیب و زینت میں بھی بے مثل ہوگی ہاں
عدیم النظیر ضرور تھی مگر ظاہری تزک و احتشام اور نمود و نمائش
کے آرائشی سامان کے لحاظ سے نہیں بلکہ سادگی اور بے تکلفی کے
باعث۔ کیونکہ یہاں نہ زرق برق تخت شاہی تھا نہ تاج زر نگار مرصع
زریں تھا۔ اور نہ قصرِ عالی شان، اس کے بجائے پیوند پہ پیوند
لگا ہوا ڈھیلا ڈھالا کرتا یا سادہ قمیض، نصف ساق تک
پہنچنے والا تہمد، سر سے لپٹی ہوئی کلاہ اور اس پر عمامہ۔ یہ تھا
لباسِ امیر المومنین۔ اسی طرح آپ کا دربار بھی ہر طرح کے تکلفات
سے پاک تھا۔ اکثر مسجد نبوی ہی میں تشریف فرما ہوتے اور وہیں
امور انتظامی طے ہوتے۔ پھر لطف یہ کہ شانِ امارت و تفاخر
کا بھولے سے بھی خیال نہ آتا۔ اور اصحاب کے ساتھ زمین پر بیٹھ
جانے میں بھی تکلف نہ ہوتا تھا۔ ایک روز نماز ظہر سے فارغ ہو
کر مسجد کے صحن تک پہنچے تھے کہ ایک غریب مسلمان نے حاضر ہو
کر ہدیہ سلام مسنون پیش کیا اور شکایت کی کہ شاہ غسان نے
خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت مجھ کو اس زور کا طمانچہ مارا کہ میں چکرا
کر گر پڑا۔

امیر المومنین یہ سُنکر رُک گئے اور اسی وقت شاہ غسان
کی طلبی کا حکم نامہ جاری کر دیا اور مستغیث کو تسلی و دلاسہ دے کر
رخصت کیا۔

(۲)

شاہ غسان کمال تزک و احتشام کے ساتھ کہ زرق برق لباس
زیبِ تن تھا۔ خدم و حشم ساتھ تھے اور دو غلام درازہ دامنِ عبا
کو سنبھالنے پر مامور تھے، حاضر ہُوا اور طلبی کی وجہ پوچھی امیر المومنین
نے اس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تمہارے خلاف ایک
شکایت پیش ہوئی ہے۔ اس لئے جوابدہی کیلئے طلب کرنا پڑا
شاہ غسان (قہقہہ لگا کر) شکایت اور میرے خلاف میں
نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔
امیر المومنین :۔ (فریادی سے) کہو تم کو کیا شکایت ہے۔
فریادی :۔ امیر المومنین بحالتِ طوافِ خانہ کعبہ شاہ غسان
نے بڑے زور سے مجھے طمانچہ مارا ہے۔
شاہ غسان (اکڑتے ہوئے) بلاوجہ؟ اے کم ظرفو! تم کو
اتنا ہوش بھی نہیں کہ کسی کا پاس ادب بھی ضروری ہے یا نہیں تم
اپنی طرح سب کو ذلیل و خوار سمجھتے ہو کیا تم نے شاہی عبا پر
اپنے منحوس پاؤں رکھ کر میری توہین نہیں کی تھی؟ قسمت اچھی
تھی کہ طمانچہ پر بلا ٹل گئی ورنہ میرا مستقر ہوتا تو تجھ کو زندگی
دشوار ہوتی۔ پھر اس طرح استغاثہ پیش کرتے شرم نہ آئی۔
امیر المومنین :۔ بس بس اے شاہ غسان! یہ اکبر و
نخوت رہنے دو۔ تمہارا طرزِ تکلم شریفانہ نہیں۔ تم نے ایک مسلمان
کی نازیبا الفاظ سے دل آزاری کی ہے۔ اس کی معافی مانگو اور
جیسا اس غریب کو طمانچہ مارا ہے اس کو انتقام لینے کا موقع دو
شاہ غسان :۔ (حیرت سے) امیر المومنین آپ کیا ارشاد
فرما رہے ہیں۔ کہاں شاہ غسان اور کہاں ایک ادنیٰ مسکمان کچھ
تو آدابِ شاہی کا لحاظ فرمائیے۔
امیر المومنین :۔ ہاں میں، جو کچھ کہہ رہا ہوں واجب التعمیل ہے

اسلام کا اصول یہ نہیں کہ غریبوں کے قصور کی سزا دی جائے اور امیروں و دولت مندوں کو معاف کر دیا جائے۔ قصور ہر حالت میں قصور ہے امیر سے سرزد ہو یا غریب سے۔ اور کسی جرم کی سزا میں پاسداری نہیں کی جا سکتی۔ اگلی امتیں اسی کوتاہی اور حق تلفی کے سبب برباد ہوئیں۔ میں تم سے پھر کہتا ہوں کہ وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا مستغیث کو انتقام لینے دو

شاہ غسان :۔ امیر المومنین بھرے مجمع میں میں اپنی توہین گوارہ نہیں کر سکتا۔

امیر المومنین :۔ توہین! کیا معنی؟ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل میں ذلت نہیں عزت ہے۔

شاہ غسان :۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا۔

امیر المومنین :۔ اے جاہ و حشم کے پرستار۔ اے مال و زر کے پجاری۔ حق پرستی کا مدعی ہے اور حکم الٰہی کی تعمیل پسند نہیں کرتا۔ اگر تو خوشی سے آمادہ نہیں ہوگا تو زبردستی تجھ سے بدلہ لیا جائیگا

شاہ غسان خاموش ہو جاتا ہے اور کچھ سوچ کر ادب سے عرض کرتا ہے۔

"امیر المومنین۔ کیا اس قصور کی تلافی کسی اور صورت میں ممکن نہیں۔

امیر المومنین :۔ تم اپنے مدعی کو راضی کر لو۔ مجھے کوئی عذر نہیں (فریادی سے) کیا تم انتقام کے عوض کچھ زر نقد لینے پر آمادہ ہو

فریادی :۔ امیر المومنین! میں مال و زر کا لالچی نہیں ہوں کہ دولت کے چمکتے ہوئے سکے دیکھ کر اپنا ارادہ بدل سکوں۔

امیر المومنین (شاہ غسان سے) یہ عبا اتارو اور فریادی کو طمانچہ مارنے دو۔

شاہ غسان سر اطاعت خم کئے ہوئے خاموش کھڑا ہو جاتا ہے

امیر المومنین :۔ (فریادی سے) انتقام لینے پر آمادہ ہو لیکن تم نے اگر ذرا بھی شدت سے کام لیا تو یہ ظلم ہوگا اور تم کو اس زیادتی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

مستغیث نے بھرے مجمع میں شاہ غسان کو طمانچہ مارا اور وہ شرمندگی کے مارے اسی وقت وہاں سے اپنے مستقر کو چلا گیا

(۳)

امیر المومنین مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ انتظامی امور میں صحابہ سے تبادلہ خیال ہو رہا ہے۔ شاہ غسان کے قاصد نے ایک سربمہر خط پیش کیا اور سلام کر کے رخصت ہوا۔

خط کا مضمون یہ تھا

"عمر ابن خطاب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ امیر و غریب کو یکساں سمجھنا اور ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا قرین انصاف نہیں جس مذہب میں حفظ مراتب کوئی چیز نہیں اس سے تعلق رکھنا بھی کسر شان سمجھتا ہوں اس لئے آگاہ کیا جاتا ہے کہ میں تمہارے اسلام سے روگرداں ہو کر اپنے آبائی دین کو قبول کرتا ہوں۔ تم کو اور تمہارے دین کو دور ہی سے سلام۔

امیر المومنین اس خط کو دیکھ کر غم و غصہ سے پیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور اس خط کو چاک کرتے ہوئے فرمایا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بارالٰہا، تیرا فضل و احسان ہے کہ اسلام کے دامن پر جو بدنما داغ تھا وہ آپ ہی آپ مٹ گیا۔ پھر قاصد کو طلب فرما کر بولے۔ اپنے کوتاہ فہم اور تنگ نظر بادشاہ سے کہنا کہ تمہارے دین اسلام میں داخل ہونے سے تمہاری ہی فلاح و بہتری تھی اس ارتداد سے تمہارا ہی سراسر نقصان ہوا۔ تمہارے مسلمان ہونے سے اسلام کی عظمت و صداقت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تھا کہ تمہارے برگشتہ ہونے سے کوئی فرق آجائے اسلام سے روگردانی شقاوتِ قلبی اور حرماں نصیبی کی دلیل ہے ؂

سیرت النبی

سلطانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت مولانا ابو نعیم سید اکبر حسینی صاحب آنریری حیدرآبادی)

شان و شوکت، عیش و عشرت، تزک و احتشام اور خدم وحشم تاج و تخت کے لوازم تصور کئے جاتے ہیں۔ شاید اس وجہ سے کہ ظاہری چمک دمک سے نگاہیں خیرہ ہوں اور خبث باطنی پر نظر نہ پڑ سکے۔

تکلف سے بری ہے حسنِ ذاتی
قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے۔

سید لولاک، خیر البشر، امام المرسلین، تاجدار کون ومکان، سردار دوجہاں نے قیل وقال سے نہیں بلکہ کردار و اعمال سے واضح کر دیا کہ نمود و نمائش نہ دنیوی امور میں منفعت بخش ہے اور نہ اعمال صالح میں مستحسن۔ آرائش ظاہری کے عوض تزکیہ قلب و صفائی، باطن موجب فلاح دارین اور حصول خوشنودی رب العلمین کا ذریعہ ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا مالِ غنیمت میں آئے ہوئے ریشمی پردے دروازہ پر ڈالتی ہیں۔ فخرِ کائنات رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب اس آرائش پر پڑتی ہے۔ سیدہ رضی سے ملاقات کئے بغیر واپس ہو جاتے ہیں۔ خاتونِ جنت اس کی اطلاع سنتے ہی بصد اضطراب و ملال حاضر خدمت اقدس ہوتی ہیں اور بکمالِ ندامت عذر خواہی کرتی ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے اے فاطمہ! اللہ تعالیٰ اسراف کو پسند نہیں کرتا۔ کپڑے در و دیوار کو آراستہ کرنے کیلئے نہیں بلکہ ستر پوشی کیلئے ہیں۔ اگر تم کو ان کی ضرورت نہیں، محتاج اور مساکین میں تقسیم کر دو۔ سیدہ رضی اللہ عنہا اسی وقت حکم کی تعمیل کرتی ہیں اور ناراضی بدل بہ مسرت ہو جاتی ہے ؏

ہر روز روزِ عید ہے، ہر شب شب برات

کے مطابق خوابِ راحت و عیش و عشرت میں گذرتی ہے لیکن تاجدارِ دوجہاں نے عبادت الٰہی میں بسر کی۔ قیام طویل کے سبب پائے اطہر متورم ہو جاتے تھے۔ اپنے حبیب کی اس قدر ریاضت کے نظر کرتے اللہ تعالیٰ و سبحانہ نے ارشاد فرمایا۔ مَآ اَنزَلنَا

عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی o اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی o

یعنی ہم نے قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے اتارا گیا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

اسی زمانہ میں ایک رات ام المساکین حضرت زینب رضی ٹاٹ کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر تھا خلافِ معمول چوہرا کر کے بچھاتی ہیں، جس سے کچھ گہری نیند لگ جاتی ہے۔ صبح میں حقیقت حال منکشف ہونے پر اس سے منع فرماتے ہیں۔

شاہی دسترخوان پر انواع و اقسام کے ماکولات و مشروبات ہوتے ہیں۔ لیکن سرکار دو عالم نے جو کی روٹی، شہد یا روغن زیتون پسند کیا۔ مہینہ مہینہ بھر چولہا نہ سلگتا۔ خرمے اور دوسرے فواکہات پر گذارہ دیتے۔ دسترخوان پر ایک سے دوسرا سالن ہونا گوارہ نہ فرمایا۔ بادشاہ خوشامد پسند، تعظیم و تکریم کے متمنی ہوتے ہیں۔ لیکن محبوب رب العلمین نے جھوٹی تعریف کرنے والے خوشامدیوں کے منہ میں خاک ڈالنے کا حکم فرمایا۔ اور اپنی شخصیت کو اوروں سے ممتاز رکھنے کی کسی طرح کوشش نہیں کی۔ کسی کا تعظیماً اٹھ کھڑا ہونا پسند نہ ہوتا تھا مجلس میں جہاں جگہ مل جاتی بے تکلف بیٹھ جاتے صحابہ کو خوش خوش دیکھتے تو آپ بھی تبسم فرماتے۔ اگر رنج و ملال کے آثار نظر آتے تسلی و تشفی سے ان کا غم غلط کرتے اور صبر و شکر کی تلقین فرماتے۔

عدی بن حاتم رضی پہلی دفعہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے ساتھ حضور اس بے تکلفی سے تشریف فرما تھے کہ ان کو شناخت کرنے میں تکلف ہوا

بادشاہ کی شان میں اگر کسی کے منہ سے گستاخانہ کلمہ نکل جاتا تو موردِ عتاب ہوتا۔ سزائے سخت کا مستوجب قرار پاتا۔ لیکن محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عفو کے کیا کہنے تلخ کلامی کا جواب شیریں بیانی سے دیا جاتا۔ سختی کے عوض نرمی برتی جاتی۔ برائی کا بدلہ نیکی سے اور طعن و تشنیع سن کر دعا دی

عبداللہ بن ابی، رئیس المنافقین نہ صرف مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتا تھا بلکہ رحمۃ للعالمین کی شان میں گستاخیاں کر جاتا تھا۔ لیکن جب اس کا انتقال ہوا اس کے صاحبِ ایمان فرزند کی خاطر نہ صرف اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت فرمائی بلکہ اپنا پیرہن مبارک بھی عنایت فرمایا۔

تعمیلِ حکمِ الٰہی کی خاطر تبلیغ دینِ حق کیلئے طائف پہنچے سردارانِ قبیلہ سے مل کر اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے، بجائے آمنا و صدقنا کہنے کے آبائی اصنام اور مروجہ رسوم سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا۔

جب بازار میں اعلاء کلمۃ الحق کے لئے استادہ ہوئے۔ ان بدسرشت سرداروں نے لڑکوں اور غلاموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اینٹ اور پتھر پھینکنے پر آمادہ کیا o

ادھر کلمہ حق کے بے بہا گوہر نکلتے تھے
ادھر کمبخت لیکر اینٹ اور پتھر نکلتے تھے

حضور رحمۃ للعالمین کے جسم پر جا بجا زخم پڑ گئے لہو بہتا رہا اور وہ بے درد قہقہے لگاتے رہے۔ مگر ان سے انتقام لینا در کنار۔ بددعا نہیں کی۔ بوقت واپسی دعا کی۔

اے مولا! اے کارساز بے نیاز۔ یہ نادان تیری عظمت اور تیرے رسول کی حقیقت سے آگاہ نہیں ان کو نیکی کی ہدایت دے تاکہ تیرے احکام کے آگے سر تسلیم خم کریں

فتح خیبر کے کچھ عرصہ بعد مال و دولت کے لالچ میں زینب نامی یہودن حضور اکرم صلی اللہ وسلم کے کھانے میں زہر دیتی ہے۔ مسموم گوشت سے آواز آتی ہے یا رسول اللہ میں زہر آلود ہوں تناول نہ فرمائیے۔ جب زینب سے دریافت فرماتے ہیں تو وہ اعترافِ قصور کرتی ہے اور معافی کی خواستگار ہوتی ہے۔ رحمۃ للعالمین شانِ رحمت سے اس سے درگذر فرماتے ہیں۔

سلطانِ دو عالم غزوہ سے واپسی پر اپنی تلوار درخت کی شاخ سے لٹکائے بستر خاک پر آرام فرما رہے تھے بنی ثعلبہ میں جو یہودی حضور کے خون کے پیاسے تھے غورث نامی شجیع و طاقتور شخص کو اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے حضور کے قتل پر ابھار کر بھیجتے ہیں وہ تلوار بے نیام کرتا ہے اور آہٹ پاکر حضور دو عالم کھڑے ہو جاتے ہیں وہ بزعم شہ زوری پوچھتا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو اب میرے وار سے کون بچائے گا؟ بکمال اطمینان سرکار فرماتے ہیں اللہ۔ یہ سن کر غورث لرزہ براندام ہو جاتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی ہے حضور اسی تلوار پر قبضہ کر کے فرماتے ہیں۔ بتا! اب تجھے کون بچانے آئیگا۔ وہ فرطِ ندامت سے سرنگوں ہو جاتا ہے لطف و کرم سے اس کا قصور معاف فرمایا جاتا ہے وہ اس شانِ عفو کے نظر کرتے مشرف بہ اسلام ہوتا ہے ؎

خطا بخشی سے جب غورث نے پھر یہ زندگی پائی
مشرف ہو کر ایماں سے حیاتِ سرمدی پائی

بادشاہوں کا دستور رہا کہ اپنی حفاظت کیلئے دستہ فوج مقرر کرتے رہے کہ جب بادشاہ خوابِ راحت کے مزے لیتا رہے یہ غریب پہرہ دار رات بھر جاگ کر پاسبانی کرتے رہیں۔ لیکن تاجدارِ مدینہ نے کبھی مجاہدین کو تکلیف نہیں دی اصحاب کو آرام سے نیند لینے کی اجازت دیتے اور خود رات بھر گشت فرماتے

بادشاہ غلاموں کے ساتھ بیٹھنا۔ ان سے بے تکلف گفتگو کرنا کسر شان سمجھتے رہے لیکن سرکار دو عالم نے نہ صرف غلاموں کے ساتھ رہنا پسند فرمایا بلکہ ان کے مشکل کاموں میں ہاتھ بٹاتے رہے خطائیں معاف کیں اور الطاف و کرم سے کبھی انکو اپنی غلامی کا احساس تک نہ ہونے دیا جو خود کھایا ان کو کھلایا جو خود پہنا ان کو پہنایا۔ اور اسی پر عمل پیرا ہونے کی دوسروں کو تاکید فرمائی۔

یہ تھا سید لولاک فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی فرمانروائی کا مظاہرہ کہ مغلوب الغضب نخوت پسند مطلب آشنا۔ اور سفاک و بعید قوم جو بڑے سے بڑے شہنشاہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں اپنی تذلیل سمجھتے ہوئے آزاد زندگی بسر کرنے کی عادی تھی تاجدار دو عالم کی مطیع و منقاد ہی نہیں بلکہ غم خوار و جاں نثار ثابت ہوئی

محمد فخر موجودات ہر صورت سے یکتا تھے۔ سراپا شانِ رحمت پیکر اخلاق حسنہ تھے جو اوصاف خصوصی ہر نبی میں جلوہ فرما تھے۔ نمایاں طور پر خیر البشر میں سب یکجا تھے۔

حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ابن ادہم بلخی قدس سرہٗ

آپ کا شمار اولیائے متقدمین کے زمرہ میں ہے۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ ہیں اور حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض کے مرید ہیں۔ جن کو حضرت عبدالواحد بن زید کے واسطے سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت ادہم قلندر بڑے کامل بزرگ تھے۔ دنیا چھوڑتے ہوئے شہر بلخ کے کنارے ایک مختصر سی خانقاہ میں سکونت پذیر تھے۔

شہزادی کا خانقاہ کی طرف گزر اور عشق

ایک روز بلخ کی شہزادی کی سواری جو حسن میں طاق شہرۂ آفاق تھی ان کی خانقاہ کے سامنے سے گزری۔ حسن مجازی کی چمک میں نور حقیقی کی جھلک دیکھ کر شیفتہ و فریفتہ ہو گئے۔ دل ہاتھ سے نکل گیا بے چین و از خود رفتہ ہو گئے۔ بقول حافظ ؎

شاہد عہد شباب آمدہ بودش بخواب
باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد

بادشاہ کے پاس جا کر نکاح کا پیغام دیا اس نے انکار کیا اور نہایت ترش روئی سے جواب دیا۔ واپس ہوئے تو بے حد پریشانی حالی سے جنگل کی راہ لی اور تضرع وزاری شروع کی آپ کی آہ وزاری کا اثر یہاں تک ہوا کہ وہ لڑکی مرض سکتہ میں مبتلا ہوئی۔ جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مر گئی تو اس کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔ بادشاہ پر صدمہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اس کو دفن کر کے اپنے دل پر پتھر رکھا اور با دیدہ گریاں و سینہ بریاں واپس ہوئے۔ جب شیخ کو یہ خبر پہنچی بیتاب و بے قرار ہو کر دوڑے اور قبرستان میں پہنچتے ہی جوش وحشت و محبت سے قبر کھود کر لاش نکالی اور اپنے گھر لے گئے۔ لاش کے سرہانے بیٹھے ہوئے زار و قطار رو رہے تھے کہ ایک حکیم آیا۔ شہر کا پھاٹک بند ہو چکا تھا نہایت پریشان ہوا۔ شیخ کی خانقاہ میں چراغ جلتا ہوا دیکھ کر یہاں آیا اور رات بسر کرنے کی اجازت مانگی۔ شیخ نے اجازت دی۔ اندر آ کر حکیم نے یہ حال دیکھا شہزادی کی نبض دیکھی اور کہا کہ یہ شہزادی ابھی زندہ ہے اور مرض سکتہ میں مبتلا ہے۔ تھی۔ دوائیں کھلانے کے بعد شہزادی کو ہوش آیا تو اپنے کو کفن میں لپٹا ہوا پایا سخت [illegible]۔ شیخ نے تشفی فرمائی اور مفصل واقعے سے مطلع کیا۔ جب اس کو بالکل صحت ہو گئی تو شیخ نے نکاح کا پیغام دیا اس نے بلا تامل منظور کر لیا۔

حضرت ابراہیم کی پیدائش اور بچپن میں تحصیل علم کی طرف رغبت

نکاح کے نو مہینے کے بعد غرہ شوال سنہ ۱۰۲ھ میں عید کے
چاند کی طرح حضرت خواجہ ابراہیم نے اپنی والدہ ماجدہ کی شکم
پاک سے طلوع کر کے عالم کو اپنے فیوض نور سے نور علیٰ نور فرمایا
آپ اپنی والدہ محترمہ سے بہت مشابہ تھے۔ جب آپ کی عمر شریف
پانچ برس کی ہوئی تو آپ کے والد نے آپ کو شاہی مدرسہ میں
تعلیم و تربیت کے لئے داخل کرایا۔ جہاں آپ نے سولہ برس کی
عمر میں کل علوم سے فراغت حاصل کر لی۔

آپ کی ولیعہدی اور سلطنت

آپ ایک روز حسب معمول مدرسہ میں تشریف فرما تھے
اتفاقاً بادشاہ کا اس طرف گزر ہوا۔ خواجہ صاحب کو دیکھ کر
محبت سے دل بے قابو ہو گیا فوراً گود میں اٹھا لیا اور شاہی محل
میں لایا آپ سے والد کا نام و نشان پوچھ کر ان کو بلایا اور
کہا کہ تمہارا بیٹا عجیب مقبول و محبوب صورت ہے کہ آنکھوں میں
سمایا جاتا ہے۔ دل میں اترا آتا ہے۔ حضرت ادہم نے جواب
دیا کہ آپ کو اس کے ساتھ محبت ہونے کا سبب محض خوش
صورتی نہیں ہے بلکہ اس میں ایک راز ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ
لڑکا آپ کا نواسہ ہے۔ اس کے بعد مفصل قصہ بیان کیا۔
بادشاہ بہت متعجب و مسرور ہوا۔ چونکہ اور کوئی اولاد سوائے
ابراہیم کی والدہ کے نہ تھی لہذا اس نے حضرت ابراہیم کو پہلے
ولی عہد کیا پھر کل امور سلطنت کا مختار تاجدار کر دیا اور خود
خدا کی یاد میں مشغول ہوا اور اب خواجہ صاحب سلطان ابراہیم
کہلانے لگے۔ آپ نے رعایا کے ساتھ بے حد رحم و عدل کے ساتھ
برتاؤ کر کے ثابت کر دیا کہ ایسے بادشاہ کو ظل اللہ کہنا چاہیے۔

آپ کو خدا طلبی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے غیبی ارشاد

ایک روز آپ شکار میں ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے
چلے جاتے تھے۔ جب شہر سے بہت دور نکل گئے تو غیب سے
آواز آئی کہ ابراہیم ہم نے تم کو اس واسطے نہیں بنایا ہے۔ یہ آواز
اس قدر دلفریب لحن کے ساتھ تھی کہ اس کو سن کر خواجہ صاحب محو
ہو گئے۔ شکار تو ایک طرف رہا خود غیبی جال میں پھنس گئے اور
بے ہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ ساتھ کے سوار پہنچے تو سلطان
کو اس حال میں پایا سخت متفکر ہوئے۔ وہاں سے اٹھا لائے بہت
سی تدبیریں کرنے کے بعد ہوش آیا مگر ہوش کیا تھا

کلیم غش میں گھڑی دو گھڑی رہے ہوں گے
یہاں تو جا کے نہ پھر ہوش عمر بھر آیا

البتہ بہ نسبت اس حالت کے افاقہ ہوا مگر وہی آواز کانوں میں بھری
تھی کہ "ابراہیم ہم نے تم کو اس واسطے نہیں بنایا ہے"۔ جو کچھ آپ سے
کہا جاتا تھا آپ کے کانوں میں وہی الفاظ پہنچتے تھے۔ جس شے
کی طرف نظر کرتے تھے یہی لکھا ہوا پاتے تھے۔ اس حالت کا نتیجہ
یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ خدا طلبی کی طرف توجہ ہونے لگی۔

ترک سلطنت کے غیبی اسباب

ایک مرتبہ آپ لیٹے ہوئے خدا کے دھیان میں مستغرق

تھے یکایک چھت پر دھم دھم ہونا شروع ہوا۔ چونک پڑے پوچھا کون ہے۔ آواز آئی کہ میں ایک مسافر ہوں میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو کوٹھے پر ڈھونڈتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے بے وقوف اونٹ کہیں کوٹھوں پر پھرتے ہیں علی الخصوص شاہی محل کی چھت پر کہ جہاں ہزاروں آدمیوں کا پہرہ ہر وقت رہتا ہے۔ جواب ملا کہ بے وقوف تم ہو کہ خدا کو دنیا داری میں ڈھونڈتے ہو خصوصاً بادشاہی کے ساتھ کہ جس میں دن رات دنیا داروں کا ساتھ رہتا ہے۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

ایک روز آپ خواب گاہ کو تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک کنیز بدتمیز شاہی مسہری پر سو رہی ہے آپ کو سخت غصہ آیا چابک لے کر مارنا شروع کیا۔ کنیز چونک پڑی مگر بجائے آہ و زاری کے اس نے قہقہہ لگانا شروع کیا۔ جتنی ضرب میں سختی ہوتی تھی اسی قدر ہنسی میں ترقی۔ بالآخر آپ نے بہت حیرت سے اس سے بے موقع ہنسی کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے ہنسی اس پر آتی ہے کہ میں صرف دو یا تین گھنٹہ اس سونے کی مسہری پر سونے کی یہ سخت سزا اپنے مالک مجازی کے ہاتھ سے پا رہی ہوں۔ اب میرے مالک جو سالہا سال سے اس مسہری پر لیٹے ہیں اپنے مالک کے ہاتھ سے پتہ نہیں کیا سزا پائیں گے۔

ترک سلطنت اور سفر مکہ شریف کا زاد راہ

یہ سنتے ہی خواجہ صاحب کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا دل میں خوف خدا سما گیا۔ منہ پر زردی چھا گئی۔ باہر آ کر تخت و تاج کو اپنے بڑے بیٹے کے سپرد کر کے اور ان کو اور کل متعلقین کو خدا پر چھوڑ کر جنگل کی راہ لی۔ جنگل میں پہنچ کر ایک چرواہے سے کپڑے بدل کر ایک تکیہ ایک دری اور ایک لوٹا لے کر پیادہ پا مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے یہ خلوص و نیاز خداوند بے نیاز کے گھر جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ دیکھا کہ ایک شخص دری بچھائے ہوئے اور ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے سو رہا ہے۔ آپ نے اس کی حالت سے سبق لیا اور تکیہ وہیں چھوڑ دیا۔ یہ خیال کر کے کہ ہم بھی اسی طرح لیٹ سکتے ہیں۔ اور آگے بڑھے تو ایک آدمی کو اطمینان سے زمین پر سوئے ہوئے پایا۔ دری وہاں چھوڑ دی۔ آگے بڑھ کر ایک شخص کو دریا کے کنارے ہاتھ سے پانی لے کر وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے لوٹا بھی چھوڑا اور بالکل مجرد چل کھڑے ہوئے۔

حضرت خضر اور الیاس سے ملاقات

اسی سفر میں ایک بزرگ نیک صورت خوش وضع آپ کو ملے۔ انہوں نے آپ کو اسم اعظم بتلایا جس کے پڑھتے ہی آپ پر عرش معلےٰ سے تحت الثریٰ تک سب روشن ہو گیا۔ کچھ دور چل کر ایک اور بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں خضر ہوں اور وہ بزرگ جنہوں نے آپ کو اسم اعظم بتایا ہے میرے بھائی الیاس تھے میں تمہاری مدد کرنے کو موجود ہوں۔ جو تمہارا کام ہو مجھ سے کہو میں بھی کوشش کروں کہ پورا ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے کمال استغنا سے جواب دیا کہ نہیں میرا کام

خدا وند عالم سے ہے۔ تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے
یہ کہہ کر حضرت خضر علیہ السلام کو رخصت کیا۔
آپ سات برس سفر پا پیادہ کر کے مکہ معظمہ پہنچے۔
ادائے حج بیت اللہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے وہاں سے ملک
شام کا رخ فرمایا۔ شام کے لوگ آپ کے حالات مدت
سے سن رہے تھے اور مشتاق زیارت تھے۔ جب ان کو
معلوم ہوا کہ آپ خود تشریف لانے والے ہیں تو وہاں بہت
خوشی ہوئی دن عید رات شب برات ہونے لگی۔ جب آپ
شام پہنچے تو سب نے بہت خلوص سے شہر سے باہر کر
آپ کا استقبال کیا۔ اور ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حضرت
خواجہ صاحب میرے مہمان ہوں مگر خواجہ صاحب نے
فرمایا میں شہر سے باہر رہوں گا۔ ہر چند لوگوں نے
بہت اصرار کیا مگر آپ نے فرمایا خدا کا یہی حکم ہے۔
قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔
ترجمہ:۔ اللہ کہہ اور دنیا داروں کو ان کے جھگڑوں اور
کھیل کود میں چھوڑ دے۔

وفات

شوال ۲۸۶ھ میں عید کے دن دوگانہ عید کے
بعد حبیب سب دوست ایک دوسرے سے مل مل کر
محظوظ ہو رہے تھے خواجہ صاحب بھی دھم الرفیق
الاعلیٰ کہتے ہوئے اپنے دوست سے مل گئے۔ جس
وقت آپ کی وفات ہوئی غیب سے یہ آواز آئی۔
کہ الا ان امام الارض قد مات۔ ترجمہ۔ خبردار
ہو اے لوگو کہ زمین کے سردار نے وفات پائی۔ آپ
نے شام ہی میں انتقال فرمایا اور وہیں حضرت لوط پیغمبر
علیہ السلام کے مزار کے پاس دفن کئے گئے۔ آپ کی
عمر شریف ایک سو چھ برس کی ہوئی۔ آپ کی عمر تین حصوں
میں بیان کی جاتی ہے۔
اول تحصیل علم۔ دوم سلطنت ظاہری۔ سوم سلطنت
باطنی۔

مقالات مختصر

آپ نے ایک درویش صاحب صبر و رضا سے پوچھا
کہ تیرے معاش کی کیا صورت ہے۔ عرض کی جس روز
میسر ہوتا ہے کھا کر شکر کرتا ہوں اور جس روز نہیں ہوتا صبر
کرتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ تو کتوں کا کام ہے آدمی کو چاہیے کہ
جس روز نہ ہو تو شکر کرے کہ دنیا کی آلائش سے اسے
نجات ہے اور جس روز میسر ہو تو فقیر کو دے اور شکر
کرے کہ خدا نے خیرات کرنے کی توفیق دی۔
ایک شخص نے عرض کیا کہ میرا دل سیئات کی طرف
بہت مائل ہے۔ ہر چند پھیرتا ہوں مگر نہیں پھرتا ہے۔
آپ کچھ فرمائیے تو میں آپ کے ارشاد کو اپنا ہادی سمجھوں
فرمایا کہ چند باتوں کا لحاظ رکھا کر پھر جو گناہ تو کرے گا
تو کچھ حرج نہیں۔
اول۔ جب تو خدا کا گناہ کرے اس کی روزی مت

کھا۔ اس نے کہا کہ روزی تو دینے والا تو وہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں کہ تو اسی کی روزی کھائے اور اسی کی نافرمانی کرے۔

دوم:۔ گناہ اس کے ملک میں نہ کر۔ عرض کیا کہ تمام عالم تو اس کا ملک ہے۔ اس کے سوا کہاں جگہ پاؤں۔ فرمایا کہ یہ خوب نہیں کہ اسی کی روزی کھا کر اسی کے ملک میں اسی کی نافرمانی کرے۔

سوم:۔ اس سے چھپ کر گناہ کر۔ اس نے کہا کہ اس سے تو کچھ چھپا نہیں ہے۔ فرمایا کہ یہ بہتر نہیں ہے کہ تو اسی کی روزی کھائے اور اسی کے ملک میں اس کے سامنے اسی کی نافرمانی کرے۔

چہارم:۔ جب ملک الموت تیری روح قبض کرنے لگے تو ان سے توبہ کی مہلت مانگ لے کہنے لگا کہ وہ تو ہرگز مہلت نہ دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے سے توبہ کر لے۔

پنجم:۔ منکرین جب تیرے اعمال تجھ سے لکھوائیں تو کہہ کہ میں نہیں لکھوں گا۔ عرض کیا کہ زبردستی لکھنا پڑے گا فرمایا کہ پھر ایسی بات کر جو نامہ اعمال میں لکھنے کے قابل ہو

ششم:۔ جب قیامت کے دن گنہگاروں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو اور تجھے لے جانے لگیں تو تو کہہ دے کہ میں نہیں جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ وہ تو زبردستی لے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اب لازم ہے کہ تو گناہ نہ کرے۔

وہ شخص یہ سن کر آپ کے ہاتھوں پر تائب ہوا اور کہنے لگا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا سب حق ہے۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ بہادر وہ ہے جو اپنے آپ سے جیت جائے۔ لوگوں نے پوچھا اس کے کیا معنی؟ ارشاد ہوا کہ اپنے آپ سے جیتنا یہ ہے کہ اپنے دل کو تابع کر لے خواہشات کا مطیع نہ رہے بلکہ خواہشات کو اپنا مطیع رکھے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

دل سے مراد اپنا دل ہے اور بے شک اپنے ہی دل کو تابع کرنا حج اکبر اور جہاد اکبر ہے۔

صبر و استقامت

آپ کے چھوٹے بیٹے مکہ معظمہ میں آپ کی ملاقات کے واسطے گئے۔ آپ اپنے صاحبزادہ سے بہت محبت رکھتے تھے ان سے ملاقات کر کے بہت محظوظ ہوئے ان کو اپنے زانو پر بٹھایا اور شفقت فرمانے لگے۔ غیب سے خطاب ہوا اے ابراہیم ہماری محبت کا دم بھرتے ہو اور اپنے بیٹے سے اس قدر محبت رکھتے ہو۔ اس خطاب سے فوراً خواجہ صاحب پر لرزہ طاری ہوا اور دعا کی کہ الہٰی جو چیز مجھے تیری طرف مشغول ہونے سے روکتی ہے اسے معدوم کر دے چنانچہ صاحبزادے نے فوراً آپ کے زانو پر ہی انتقال کیا اور آپ نے اُف تک نہ کی۔

ایک روز آپ جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے یکایک

چند اشخاص آئے اور آپ کو مسجد سے نکالنے کے لئے کھینچنا شروع کیا۔ اس طرح پر کہ آپ کا سر مبارک ہر زینہ پر کھٹ کھٹ لگتا تھا مگر آپ اُف بھی نہ کرتے تھے جب آپ کا سر سب سے نیچے کے زینے پر پہنچا تو فرمایا کہ افسوس سب زینے ختم ہو گئے ورنہ میری ترقی مدارج میں کوئی کسر باقی نہ رہتی۔

چند کرامات

ایک بار خواجہ صاحب چند تارک الدنیا فقیروں سے ملے اور ان کے ساتھ رہنے کی درخواست کی۔ انہوں نے منظور کیا۔ آپ ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بار معہ ان سب فقراء کے مراقبہ میں تھے یکایک آپ کو کشف باطن سے یہ معلوم ہوا کہ ایک جہاز دریا میں ڈوب رہا ہے۔ اہل جہاز بے چارے مصیبت کے مارے گھبرا کر شور کر رہے ہیں آپ کے مزاج میں پرلے درجے کا رحم تھا ان لوگوں کی آہ و زاری سے بے تاب ہو گئے اور باطنی قوت سے جہاز کو کنارے پر لگا دیا۔ ان فقیروں کو بھی اپنے مراقبہ میں یہ سب حالات معلوم ہوئے۔ وہ برانگیختہ ہو کر کہنے لگے کہ تم چلے جاؤ ہمارا تمہارا ساتھ نہیں ہو سکتا۔ جہاز خدا کی مشیت سے ڈوب رہا تھا تم کو بچانے کا کیا حق تھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ڈوب بھی خدا کی مرضی سے رہا تھا اور بچا بھی خدا کی مرضی سے ورنہ میری کیا مجال تھی کہ اس کو بچا لیتا۔ یعنی مشیت ایزدی یوں ہی تھی کہ وہ ڈوبنے لگے اور میں اس کو بچا لوں۔ یہ سن کر وہ فقیر چپ ہوئے اور خواجہ صاحب وہاں سے چلے آئے۔

ایک بار لوگوں نے آپ کو ترک سلطنت کے لئے ملامت کرنا شروع کی۔ آپ پہلے تو خاموش رہے۔ مگر جب لوگ دیر تک خاموش نہ ہوئے تو آپ نے ایک سوئی دریا میں پھینک دی اور فرمایا کہ اب کسی کو اس قدر قدرت ہے کہ اس سوئی کو دریا سے نکال لے۔ سب لوگ عاجز رہے۔ تب آپ نے مچھلیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے مچھلیو میری سوئی دریا سے نکال دو فوراً ہزاروں مچھلیاں سونے چاندی کی سوئیاں منہ میں لئے حاضر ہوئیں۔ ایک مچھلی کے منہ میں آپ کی سوئی بھی تھی آپ نے اپنی سوئی لے لی اور مچھلیوں کو رخصت کیا اور ان لوگوں سے فرمایا کہ بتاؤ میری سلطنت پہلے تھی یا اب ہے۔ یہ دیکھ کر سب لوگ شرمندہ ہوئے اور آپ کا پیچھا چھوڑا۔

ایک بار کوہ ابوقبیس پر آپ تشریف فرما تھے۔ اولیاء اللہ کی قدرت اور اختیار کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ پہاڑ کو کہیں کہ سونے کا ہو جا تو فوراً ہو جائے۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ پہاڑ سونے کا ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے مثالاً کہا تھا میرا یہ مطلب نہیں۔ یہ فرمانے سے پہاڑ پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

ایک بار آپ کشتی پر سوار ہونے لگے۔ ملاح نے اُجرت طلب کی آپ نے مٹھی بھر ریگ اس کے دامن میں ڈال دی وہ سب سونا ہو گئی۔

کیمیا و سیمیا و ہیمیا
ایں نباشد بنات اولیا

مدیر مسئول غلام رسول گوہر

حکایات الاخیار

تقویٰ

حکایت کہتے ہیں پرانے زمانے میں بنی اسرائیل کی قوم میں ایک بہت نیک آدمی تھا جو لوگوں سے الگ رہتا اور اپنی خانقاہ میں اپنے رب کی عبادت کرتا اور اس کی یاد میں ہر وقت مصروف رہتا۔ اسی طرح اس نے اپنی عمر فانی کے کئی سال گزار دیئے تھے۔ ایک رات جب کہ موسم کے اعتبار سے سردی بھی تھی اور موسلا دھار بارش بھی ہو رہی تھی اچانک اس کی خانقاہ پر کسی نے دستک دی وہ نیک آدمی جس کو راہب (تارک دنیا) کہتے تھے اٹھا اور دروازہ کھولا۔ دروازے پر ایک نوجوان خوبصورت عورت بارش سے بھیگی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے کہا میں ایک مسافر عورت ہوں میرا گھر یہاں سے دور ہے اس سردی اور بارش میں گھر نہیں جا سکتی آپ مجھ کو اپنی خانقاہ میں رات گزارنے کے لئے اگر دے دیں تو آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ راہب نے انسانی ہمدردی سے مجبور ہو کر اندر آنے کی اجازت دے دی۔ عورت اندر آئی اور سونے کے لئے اس نے اپنے بھیگے ہوئے تمام کپڑے اتار سے اور جسم سے برہنہ ہوئی اور راہب کو اپنی طرف بلایا کہ وہ اس سے نفسانی خواہش پوری کرے۔ راہب کے نفس نے چاہا کہ وہ اس تنہائی میں اس عورت کی جوانی اور اس کے حسن و جمال سے بہرہ اندوز ہو مگر عابد نے اس کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی اور کہا کہ زنا کار کی پیشانی پر لکھا جاتا ہے کہ اس کا اللہ کی رحمت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور قیامت کے دن اس کو دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا۔ مگر راہب کے نفس پر اس کی ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ راہب نے نفس کو کہا قیامت کو دوزخ کی آگ بڑی آگ ہے اس کے مقابلے میں اس دنیا کی آگ بڑی چھوٹی ہے پہلے اس کا امتحان لینا چاہیئے کہ تم میں اس کو برداشت کرنے کی کتنی طاقت ہے۔ یہ کہا اور مٹی کے چراغ میں تیل ڈالا اور ایک موٹی بتی بٹ کر اس میں ڈالی اور اس کو آگ لگائی۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ اس پہ رکھا یہاں تک کہ وہ جل گیا۔ جب عورت نے یہ دیکھا تو اس نے خوف کھا کر اس زور سے چیخ ماری کہ اس کی جان ہوا ہو گئی۔ عابد نے اس پر کپڑا ڈالا اور اپنے کام میں لگ گیا۔ جب دن چڑھا تو شیطان نے پکارا اے لوگو! فلاں راہب نے جس کو تم بڑا نیک اور شریف اعتقاد کرتے ہو، آج رات اس نے ایک جوان اور خوبصورت عورت سے بدکاری کی اور بدنامی سے بچنے کے لئے اس کو مار ڈالا۔ یہ خبر شہر کے بادشاہ تک پہنچی وہ سخت حیران ہوا اور چند سپاہی

اپنے ساتھ لے کر عابد کی خانقاہ میں پہنچا اور کہا کہ نابکار دھوکہ باز نیکی کے پردے میں بدکاری کرنے والے انسان آج رات تونے ایک عورت سے زنا کیا اور پھر اس کو تونے قتل کیا ہے اس کے بعد اس کے حکم سے سپاہیوں نے اسے پکڑا اور زنجیر میں جکڑ کر اس کو کھڑا کیا اور اس کے سر پر آرہ رکھ کر اس کو چیرنے لگے۔ عابد نے آہ کی۔ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجا کہ تونے آہ مار کر عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کو رولا دیا ہے۔ اگر دوسری بار تونے آہ کی تو آسمان کو زمین پر گرا دوں گا۔ تجھے اس مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے۔ جو میرے محبوب بندے ہیں وہ میری ہر بلا اور مصیبت میں صبر کرتے ہیں۔ اگر تو صبر کرے گا تو تجھے اجر و ثواب اور اخروی نعمتیں ملیں گی۔ عابد خاموش ہوگیا اور سر تسلیم خم کر دیا۔ آہ تک نہ کی اور جان دے دی اللہ تعالےٰ نے عورت کو زندہ کیا۔ اس نے کہا یہ شخص بے گناہ اور مظلوم ہے۔ خدا کی قسم اس نے زنا نہیں کیا۔ عورت نے بادشاہ کو سارا واقعہ سنایا۔ بادشاہ نے جب راہب کا ہاتھ آگ پر جلا ہوا دیکھا تو اس کو یقین آگیا کہ وہ بے گناہ ہے۔ وہ بہت پشیمان ہوا۔ آخر قبر کھود کر دونوں کو غسل دے کر دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا۔ جب اس کے لئے قبر کھودی جا رہی تھی تو اس میں سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔

جماعت منزل کا فسانۂ رحمت حیدریہ
تربیلا ڈیم کی روئیداد

حسب ارشاد حضرت الحاج معین الملت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہم العالی مارٹی شریف ضلع گجرات سالانہ عرس شریف کے لئے جو سید پیر غلام حسین شاہ صاحب ہمیشہ ہر سال ۱۵-۱۶ اساڑھ کو کرایا کرتے ہیں حضرت مولانا حافظ محمد عبدالعزیز صاحب نقشبندی مرتضائی کی معیت و رفاقت میں ۲۹ جون ۱۵ اساڑھ بروز منگل قصور سے قریباً ۹ بجے بس پر سوار ہو کر گجرات اور گجرات سے بذریعہ بس جلال پور جٹاں سے دس بارہ میل آگے موضع لکھن وال ۱۲ بجے دوپہر پہنچا۔ دوپہر کو وہاں آرام کیا۔ ظہر کی نماز ادا کر کے گھوڑیوں پر سوار ہو کر جو پیر سید غلام حسین شاہ صاحب نے بھیجی ہوئی تھیں قریباً پانچ بجے مارٹی شریف پہنچا۔ وہاں حضرت الحاج مولانا معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب کو دیکھ کر دل کو بے حد مسرت اور خوشی ہوئی۔ آپ ہم سے دو تین گھنٹہ پہلے وہاں تشریف فرما ہو گئے تھے۔ مارٹی شریف میں تین اجلاس ہوئے ایک اجلاس رات کو ۲۹ جون بروز منگل ہوا جس میں متعدد علماء کرام نے وعظ کیا اور نعت خوانوں نے نعتیں پڑھیں۔ حضرت قبلہ معین الملت نے صدارت فرمائی۔ دوسرے دن ۳۰ جون بروز بدھ فجر کی نماز کے بعد میرے متعلق اعلان ہوا کہ وہ قرآن پاک کا درس دیں گے۔ اس اعلان کو سن کر لوگ جوق در جوق جلسہ گاہ والی حویلی میں فوراً جمع ہو گئے۔ حضرت معین الملت بحیثیت صدر کے تشریف فرما تھے۔

پیر سید غلام حسین شاہ صاحب اور ان کے صاحبزادہ صاحب شمس الحق بھی تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے نعت پڑھی اور پھر میں نے مائیکروفون کے سامنے آکر آیۃ کریمہ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین تلاوت کر کے اس کی تفسیر اور معیت صادقین کا مفہوم خوب اچھی طرح واضح کیا۔ سننے والے نہایت محظوظ ہوئے اور انہوں نے خوب داد دی۔ تقریباً ۹ بجے یہ مختصر جلسہ ختم ہوا۔ اس کے بعد کھانا کھانے کے بعد تقریباً ۱۲ بجے تیسرا اجلاس گاؤں سے باہر درختوں کے سایہ میں ہوا۔ جس میں حضرت قبلہ علی پوری نے صدارت فرمائی اور مولانا شاہ صاحب شمس الحق صاحب کے پسر نے تقریر فرمائی۔ ان کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد عبدالعزیز صاحب نقشبندی مرتضائی نے مسائل تصوف پر تقریر دلپذیر فرمائی جس سے جملہ حاضرین نہایت محظوظ اور متاثر ہوئے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا اللہ رکھا صاحب لائل پوری نے شیعہ کے رد میں خوب عمدہ وعظ فرمایا اور جناب صوفی محمد اسماعیل صاحب قصوری اور جناب حاجی محمد دین صاحب قصوری و دیگر نعت خوانوں نے نعت خوانی کی۔ پانچ بجے یہ اجلاس ختم ہوا۔ رات کو بعد از نماز عشاء چوتھا اجلاس ہوا جس میں متعدد علماء کرام نے وعظیں کیں اور نعت خوانوں نے نعتیں پڑھ کر سنائیں۔ ابھی جلسہ ہو ہی رہا تھا کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی جس کی وجہ سے جلسہ برخاست ہوا۔ یکم جولائی بروز جمعرات صبح کی نماز پڑھ کر چار پانچ میل پیدل چل کر بصد مشکل سڑک پر پہنچے۔ بارش کی وجہ سے راستہ دشوار گزار ہو گیا تھا سڑک پر پہنچے تو بارش کی کثرت اور ایک نالہ جو سڑک کے نیچے سے گزرتا ہے اس میں سیلاب آنے اور بہاؤ کے تیز ہونے کی وجہ سے سڑک کا پل ٹوٹ گیا تھا۔ آمد و رفت معطل ہو گئی تھی ہم سب حضرت معین السالکین مدظلہ العالی کی ہمراہی میں جس طرح بھی ہو سکا اللہ تعالیٰ نے ہم کو سڑک کے اس کنارے پہنچا دیا جہاں سے گجرات کو بسیں جا رہی تھیں۔ وہاں سے بس پر سوار ہو کر گجرات اور گجرات سے بذریعہ بس راولپنڈی پہنچے۔ وہاں دوپہر کا کھانا حضرت صاحب کے ساتھ کھایا اور ظہر کی نماز پڑھی۔ وہاں سے مری جانے والی بس پر سوار ہو کر شام کو مری چلے گئے۔

حضرت صاحب کا کرم تھا کہ وہ صرف ہم کو مری کی سیر کرانے کے لئے یکم جولائی کو مری تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کے مریدین آپ کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ خدا جانے ان کو کیسے علم ہو گیا کہ حضور تشریف لا رہے ہیں۔ اس روز مری میں بہت بارش ہو رہی تھی۔ پہاڑی یار جو نئے ہی سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے آپ کی خدمت میں بارش کی پرواہ کئے بغیر حاضر ہو رہے تھے اور کھانا پکوا کر ساتھ لائے۔ رات ہم نے بڑے آرام سے بسر کی۔

اگلے روز دو جولائی بروز جمعہ ہم نے مری شہر کی خوب سیر کی۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ میرے علاوہ رئیس زادہ میاں غلام ربانی (کارخانہ مفضل قصور) اور جناب چوہدری محمد اسماعیل صاحب نعت خوان قصوری تھے۔ وہاں سے تقریباً بارہ بجے بس پر سوار ہو کر تین بجے راولپنڈی آئے اور دوپہر کا کھانا حضرت صاحب کی معیت میں پیس ہوٹل میں کھایا۔ دو بھنے ہوئے مرغ اور پراٹھے ساتھ تھے ہوٹل میں صرف حضرت صاحب کے لئے خشکہ کا ایک پلیٹ فالتی کھانا کھا کر ظہر کی نماز پڑھی اور تیز چلنے والی بس پر سوار ہوئے

وہ تربیلا ڈیم کی پُرپیچ سڑکوں سے ہوتی ہوئی مغرب کی نماز کے وقت برلب سڑک جہاں جماعت منزل لکھا ہوا ایک بورڈ آویزاں ہے اترے۔ وہاں پہلے ہی سے بہت لوگ جمع ہو رہے تھے۔ اور آدھی رات تک لوگ آتے رہے۔ قبلہ سیدہ صاحبزادی صاحبہ نے بڑے شوق سے کھانا تیار کیا اور سب کو پیٹ بھر کر کھلایا قبلہ صاحبزادی صاحبہ کی مہمان نوازی قابل داد ہے کہ اکیلی ہونے کے باوجود اپنے ہاتھوں سے کثیر مہمانوں کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور اگر کم ہوتا تو فوراً اسی وقت اور کھانا تیار فرما دیتیں۔

جماعت منزل تربیلہ ڈیم

حضرت معین الملت مدظلہ العالی نے جہاں آج کل تربیلہ ڈیم بن رہا ہے وہاں اس سکیم سے چند سال پیشتر موسم گرما گزارنے کے لئے دریائے سندھ کے کنارے ایک مکان تعمیر کیا تھا۔ مکان بڑا خوبصورت کوٹھی نما ہے۔ اس کا نصف حصہ بالکل دریا میں ہے گرمیوں میں وہاں موسم بڑا خوشگوار اور روح افزا ہوتا ہے۔ اس کے پاس سے پختہ سڑک ہری پور کی طرف گزرتی ہے۔ اس مکان کا نام آپ نے حضرت امیر الملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے برکت حاصل کرنے کے لئے جماعت منزل رکھا ہے۔ مکان کے بالکل برلب سڑک آپ نے جماعت منزل کے نام کا ایک بورڈ آویزاں کیا ہوا ہے۔ یہ جگہ اس طرف کے تمام لوگوں میں مشہور ہے۔ آپ ہر سال گرمیوں میں یہاں تشریف لاتے ہیں۔ اور گرمیوں کے تین ماہ آپ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ زیارت کرنے اور فیوضات کا اکتساب کرنے والے رات دن اس عرصہ میں اطراف واکناف سے آتے رہتے ہیں اور شب و روز لنگر جاری رہتا ہے۔ کسی حکمت کی وجہ سے یہ جگہ ڈیم سکیم میں آگئی ہے۔ اس مکان کا معاوضہ آپ کو ملے گا۔ اس سال اس مکان کو چھوڑنے کا حکم تھا۔ یہاں اقامت کرنے کا یہ آخری سال تھا اس لئے آپ نے حضرت امیر ملت کا ۳ جولائی بروز ہفتہ عرس شریف کروایا جس میں کئی علماء نے وعظ کیا اور نعت خوانوں نے نعت خوانی کی۔ اس کی تفصیلی روئیداد مندرجہ ذیل ہے۔

جلسہ جماعت منزل بر مقام تربیلہ کی روئیداد

۳ جولائی بروز ہفتہ فجر کی نماز کے بعد تقریباً ۸ بجے تک قرآن خوانی ہوئی۔ قرآن خوانی اور جلسہ کے لئے دریا کے کنارے ایک کھلے میدان میں دُور دُور تک دریاں بچھائی گئی تھیں۔ اوپر شامیانے لگائے گئے تھے۔ مستورات کے لئے قناطیں لگائی گئی تھیں۔ تربیلہ اور ہری پور کے مقامی پیر بھائی بہت آئے تھے۔ ان کے علاوہ راولپنڈی اور قصور، سیالکوٹ اور لاہور و دیگر مقامات سے بہت لوگ آئے تھے۔ ۸ بجے تک چار پانچ قرآن شریف ختم ہوئے۔ اس کے بعد ایک وسیع دسترخوان بچھا کر تمام مہمانوں کو چٹ پٹا ناشتہ دیا گیا اور چائے پلائی گئی۔

بعد ازاں تقریباً ۹ بجے دریا کے کنارے شامیانوں کے نیچے جلسہ کا آغاز ہوا۔ حضرت معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب نے مسند صدارت کو زینت بخشی۔ راولپنڈی سے ایک حافظ صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے تبرکاً قرآن پاک کا ایک رکوع تلاوت کیا۔ اس کے بعد انہوں نے نعت شریف

ثانی - لوگ نہایت محظوظ ہوئے۔ ان کے بعد غلام محمد نعت خواں
موطن بھائی پھیرو ضلع لاہور نے کھڑے ہو کر اپنی سریلی آواز میں
حضرت امیر ملت قدس سرہٗ کی شان اور حضرت پیر سید حیدر حسین شاہ
صاحب کی شان میں مناقب پڑھے۔ حاضرین جلسہ پر اس وقت
ایک وجد کا سا عالم طاری تھا۔ بعد ازاں حاجی محمد دین صاحب
نعت خواں قصوری صاحب صدر کے حکم سے مائیکروفون کے سامنے
آئے اور ایک پنجابی قصیدہ پڑھا۔ بعد ازاں آپ کے حکم سے
میرا تصنیف کیا ہوا مقبول عام قصیدہ "اے پناہ بیکساں اے
حامی دین خدا" اپنی خاص لَے اور سُر میں پڑھ کر سنایا جس سے
حاضرین نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔ ہر طرف سے نعرۂ تکبیر،
نعرۂ رسالت کے ساتھ داد مل رہی تھی۔ حضرت معین الملت نے
مبلغ پچاس روپے مجھے اور مبلغ بیس روپے حاجی محمد دین کو عطا
فرمائے۔ ایک پٹھان اس قصیدہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ مائیکروفون
کے سامنے آکر اس نے کہا:۔ لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اس
قصیدہ کے لکھنے والے مولوی غلام رسول صاحب گوہر بھی جنتی
ہیں اور اس قصیدہ کے پڑھنے والے حاجی محمد دین صاحب بھی
جنتی ہیں۔ ان کے بعد ایک دو نعتیں اور پڑھی گئیں۔ پھر جناب
صوفی چوہدری محمد اسماعیل صاحب سابق چیئرمین حلقہ قصور
مائیکروفون کے سامنے تشریف لائے۔ آپ پنجابی زبان کے
شاعر بھی ہیں۔ آپ نے اپنے لکھے ہوئے حضرت امیر ملت کی
شان میں دو قصیدے اپنی مخصوص ادا اور لَے میں پڑھ کر
سنائے۔ حاضرین و سامعین نہایت محظوظ ہوئے اور دل کھول
کر داد دی۔ بعد ازاں حضرت معین الملت کے ارشاد کے مطابق

یہ بندہ غلام رسول گوہر سٹیج پر حاضر ہوا آیۃ کریمہ یا ایھا الذین
امنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین پڑھ کر معیت صادقین
پر اور اولیاء اللّٰہ کی نسبت کے فوائد ظاہریہ و باطنیہ پر تبصرہ کیا
اور حضرت امیر ملت شہنشاہِ اقلیم ولایت کے علم و عمل اور
فضائل و مناقب اور آپ کی کرامات اور آپ کے اخلاق پر
روشنی ڈالی جس سے حاضرین نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔ پھر
بعد حضرت مولانا عطا محمد صاحب مدرس مدرسہ رحمانیہ جو مدرسہ
نقشبندیہ علی پور شریف کے فارغ التحصیل ہیں تشریف لائے آپ
نے بھی حضرت امیر ملت رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کی حیات طیبہ کے
چند اقتباسات کا تذکرہ کیا جس سے حاضرین بہت خوش ہوئے
ان کے بعد ایک دو نعتیں ہوئیں۔ پھر مولانا الحاج معین الملت
پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے بیٹھ کر حضرت
امیر ملت رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کے اقوال مبارکہ اور آپ کی کرامات
کا نہایت مرغوب و محبوب انداز میں تذکرہ فرمایا۔ جب آپ بیان
فرما رہے تھے تو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی زبان پر حضرت امیر
ملت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ خود بول رہے ہیں۔ فضا اور ماحول ایسا
متاثر نظر آ رہا تھا کہ آسمان سے رحمت کی بارش ہو رہی ہے۔ سننے
والے آپ کے کلام اور بیان سے بے حد محظوظ ہو رہے تھے۔
اور سارا جلسہ نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ امیر ملت سے گونج رہا
تھا۔ جو بسیں اور لاریاں سڑک پر سے گزر رہی تھیں وہ بھی یہ نورانی
اور پاک نظارا دیکھ کر مسرور ہو کر گزرتے جا رہے تھے۔ اس
کے بعد تقریباً ڈھائی بجے حضرت امیر ملت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ
پر حاجی محمد دین اور صوفی محمد اسماعیل نے فیاض حیدر آبادی کا

تھا سوا سلام پڑھا۔ بعد ازاں حضرت معین الملت مدظلہ العالی نے دعا کی اور جلسہ برخاست ہوا۔

جملہ حاضرین کو وہیں کھانا کھلایا گیا۔ آٹھ دیگیں پلاؤ کی پکوائی گئی تھیں۔ اس کے ساتھ روٹیاں، سالن اور گوشت وغیرہ بھی تھا۔ سب نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ بعد ازاں ظہر کی نماز حضرت معین الملت نے پڑھائی اور مہمان انہایت سے رخصت ہونے شروع ہوئے۔ ہر پیر بھائی کو رخصت کے وقت تبرک بھی دیا گیا لمبے سفر والوں کے لئے رات کا کھانا بھی دیا گیا۔ مجھ کو، صوفی محمد اسمٰعیل صاحب کو غلام محمد کو اور محمد عالم کو بھی آپ نے اجازت فرمائی اور نہایت مہربانی فرمائی۔ ہم چاروں ہری پور جانے والی بس پر سوار ہوئے اور ہری پور پہنچے۔ وہاں سے راولپنڈی جانے والی بس پر سوار ہوئے۔ میرے محترم پیر بھائی صوفی محمد امین صاحب بٹ ایڈووکیٹ بھی اتفاق سے اس بس میں سوار ہونے انہوں نے بہت اصرار کیا کہ رات ہم ان کے پاس رہیں۔ اس لئے رات ہم ان کے پاس رہے۔ صوفی محمد اسمٰعیل صاحب رات کا کھانا کھا کر آخری بس پر سوار ہو کر لاہور آ گئے۔ اور ہم تینوں رات بٹ صاحب کے مکان پر رہے۔ آپ نے ہماری خوب تواضع کی۔ صبح ناشتہ سے فارغ ہوئے تو ایک ٹیکسی میں بٹھا کر ہمیں جناب بابو فرحت علی صاحب کے مکان پر محلہ کاریگر لے آئے اس لئے کہ اس دن اتوار تھی اور اتوار کو صبح ۸ بجے کے قریب ان کے مکان پر حلقۂ ذکر تھا۔ فرحت علی صاحب نے جب مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ جس بیٹھک میں حلقۂ ذکر کا اہتمام تھا اس میں ہمیں بڑی عزت سے بٹھایا۔ تھوڑی دیر میں پیر بھائی جمع ہو گئے۔ سب بڑی محبت سے ملے اور بغل گیر ہوئے۔ خلیفۂ مجاز حضرت الحاج صوفی ڈاکٹر غلام یٰسین صاحب بہت خوش ہوئے۔ جو جگہ ان کے لئے وہاں خالی کی گئی تھی وہ انہوں نے ادباً میرے لئے خالی کر دی اور خود ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ میں نے تواضعاً اگرچہ اس محبوب اور مزین جگہ پر بیٹھنا پسند نہ کیا مگر ڈاکٹر صاحب کے اصرار سے وہاں بیٹھنا ہی پڑا۔ راولپنڈی کے یارانِ طریقت کے خلوص کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ تمام یارانِ طریقت وقت کی پابندی سے آ جاتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر نہایت ادب سے بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔

بابو صوفی فرحت علی صاحب امیر حلقہ ہیں۔ وہ ختم شریف پڑھاتے اور حلقۂ ذکر کراتے ہیں۔ پیر بھائیوں کے اس پاکیزہ اجتماع میں کئی نعت خواں بھی آئے ہوئے ہیں۔ جب ختم خواجگان شریف پڑھا گیا تو ڈاکٹر غلام یٰسین صاحب کے ارشاد عالی کے مطابق میں نے قریباً پون گھنٹہ صحبت صادقین پر وعظ کیا جس میں اولیاء اللہ اور خصوصاً حضرت امیر ملت کا تذکرہ تھا۔ پیر بھائی نہایت شوق سے ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر غلام محمد نعت خواں نے جو حضرت معین الملت مدظلہ کا مقبول نعت خواں ہے اور اس وقت وہ میرے ساتھ تھا اس نے مناقب پڑھ کر سنائے جس سے تمام مجلس بہت محظوظ ہوئی۔ بعد ازاں دیگر مقامی نعت خوانوں نے جو تمام شریعت کے پابند اور سنت رسول کے عامل تھے۔ چہرے پر داڑھیاں سج رہی تھیں انہوں نے نعتیں پڑھیں۔ بعد ازاں دعا مانگی گئی پھر ہم اجازت لے کر بس پر سوار ہو کر لاہور سے ہوتے ہوئے شام کو قصور پہنچے۔

راولپنڈی میں حلقۂ ذکر

جناب صوفی محمد امین صاحب بٹ ایڈووکیٹ کے مکان پر ہر جمعرات کو مغرب کی نماز کے بعد حلقۂ ذکر ہوتا ہے جس میں ختم خواجگان شریف۔ حلقۂ ذکر، شجرہ شریف اور نعت خوانی اور سلام ودعا ہوتی ہے۔ فراغت کے بعد تمام پیر بھائیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اور یہ محفل دس بجے رات تک قائم رہتی ہے اور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے

اسی طرح ہر اتوار شہر کے مختلف مقامات پر حلقۂ ذکر کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ پروگرام سب محفلوں کا ایک ہی ہے۔ موجود اتوار کو حلقۂ ذکر کے بعد آئندہ اتوار کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں صاحب کے مکان پر حلقۂ ذکر ہوگا۔

کوہاٹ میں حلقۂ ذکر

ہر جمعہ کو بعد از نماز جمعہ بابو غلام حسین صاحب کے مکان پر حلقۂ ذکر ہوتا ہے جس میں قرآن مجید کی تلاوت، نعت خوانی اور حلقۂ ذکر اور ختم خواجگان شریف پڑھایا جاتا ہے۔ شہر کے اکثر یاران طریقت شامل ہوتے ہیں

(رفاقت ابوالنور محمد فاضل صاحب)

لائل پور میں حلقۂ ذکر

جمعہ کے روز چوہدری محمد اسماعیل صاحب کھوکھر پیپلز کالونی ۲۱ مکان نمبر ۲۴۰ چوک محمدی کے گھر ختم خواجگان پڑھا گیا۔ نعت خوانی ہوکر باقاعدہ سلام بھی پڑھا گیا۔ مجلس میں چوہدری محمد اقبال صاحب۔ حاجی محبوب علی خاں صاحب جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ لائل پور۔ صوفی محمد شریف صاحب جائنٹ سیکرٹری صوفی غلام رسول صاحب زرگر ایسوسی ایشن کے صدر۔ حاجی روشن دین صاحب۔ صوفی محمد ریاض صاحب۔ صوفی خدا بخش صاحب۔ مولوی باغ علی صاحب۔ صوفی محمد لطیف صاحب ڈائی کٹر۔ صوفی اللہ دتہ صاحب ٹیلر ماسٹر اور نعت خواں وغیرہ شامل تھے۔ نیز گھر کے تمام افراد بھی ختم پاک میں شامل ہوئے بعد سلام صاحب خانہ نے اس قدر خاطر و مدارت کی کہ جس کی جزا رب العلا دیں گے۔ سب سے پہلے ہر شرکت کرنے والے کو ٹھنڈا مشروب پلایا گیا اور بعد ختم شریف پُر تکلف کھانا کھلایا گیا اور آئندہ جمعہ چوہدری صوفی شوکت علی صاحب مکان ۶۲-۱۲ پیپلز کالونی ۲ میں منعقد ہوگا۔

ضروری گزارش

اگلا ماہ رجب کا ہے اس ماہ میں اکثر مخیر حضرات زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ہمارے دفتر میں دینی مدارس کے طلبہ کے جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں بہت خطوط آئے ہیں کہ زکوٰۃ فنڈ سے ان کے نام رسالہ جاری کیا جائے قارئین رسالہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ مخیر حضرات حسب استطاعت زکوٰۃ سے بطور امداد ادارہ انوار الصوفیہ کو رقوم و مبلغات ارسال کریں تاکہ آپ کی رقم سے مستحقین کے نام ایک سال کیلئے رسالہ جاری کیا جائے اس سے آپکو دو فائدے ہونگے ایک زکوٰۃ کی ادائیگی دوسرا علم دین کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کا ثواب جو حضرات رقوم ارسال کرینگے ان کا نام رسالہ میں شائع کیا جائیگا مخلص حضرات بھی اس طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔

منقبت

کہروڑ پکا میں جناب مولانا الحاج صاحبزادہ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب کے ورود مسعود کے موقع پر جناب منظور صاحب نے مندرجہ ذیل قصیدہ پڑھا

غریبوں کے مہماں علی پور سے آئے
مریضوں کے درماں علی پور سے آئے

یتیموں کے حامی فقیروں کے ملجا
شہِ دین و ایماں علی پور سے آئے

جبینِ عقیدت ہے خم ان کے آگے
ولایت کے سلطاں علی پور سے آئے

شراباً طہورا سے سرشار کرنے
وہ ساقیٔ ذی شاں علی پور سے آئے

مرے پیر ہادی خدا کے ہیں مقبول
لئے رب کا فرماں علی پور سے آئے

پلانے ہمیں وہ شرابِ محبّت
لئے جامِ عرفاں علی پور سے آئے

جہاں میں ہے چرچا اے منظور جن کا
وہ عزّت بداماں علی پور سے آئے

مولانا نور احمد خاں فریدی

ایک سائلہ

کیا بات ہے بیٹی —! امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی عقابی نگاہوں سے لڑکی کو گھورتے ہوئے کہا۔

سائلہ نے اپنے آپ کو لمبی چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔ ایک ستون کے سہارے کھڑی کچھ سوچ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتی ہے شرم وحیا اس کے اظہار سے مانع ہے۔

عمر فاروق نے دوبارہ فرمایا "بیٹی کیا کہنا چاہتی ہے؟"

لڑکی سمٹتی ہوئی آگے بڑھی اور اپنی چادر سے ایک شیرخوار بچے کو نکال کر سنگریزہ ہائے مسجد پر لٹا دیا اور کہا حضرت! یہ آپ کے صاحبزادے ابو شحمہ کا بچہ ہے" — اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔

اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

امیر المومنین دم بخود بیٹھے بچے کو دیکھ رہے تھے۔ حاضرین بھی فرط حیرت سے بت بنے بیٹھے تھے۔ ہر طرف سکوت طاری تھا۔ مسجد نبوی میں آج تک ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا تھا۔ یہ ہی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا کہ خلیفہ اسلام کے فرزند پر یہ الزام لگایا گیا ہو جس کی سزا اس کی ہلاکت کا موجب بن سکتی تھی۔

امیر المومنین نے بڑے حوصلے سے کہا۔ اے لڑکی تیرا ذہن غلطی تو نہیں کرتا —؟"

"اے نائب رسول۔ عورت اپنے بچے کے باپ کو کیونکر بھول سکتی ہے۔ یقین فرمائیے کہ یہ ابو شحمہ ہی کا بچہ ہے"!

خلیفہ اسلام نے پھر سوال کیا۔ کیا یہ بچہ حلال کا ہے یا حرام کا؟"

"اے امت کے نگہبان — میری جانب سے تو یہ بچہ حلال کا ہے لیکن ابو شحمہ کی طرف سے حلال کا نہیں ہے۔ میں کمزور اور بے بس تھی اپنے آپ کو ابو شحمہ کی گرفت سے بچا نہ سکی اے کشتیٔ امت کے ناخدا! میں کہاں جاؤں! اور کہاں سے کھاؤں۔ نہ میں عزیزوں کو منہ دکھانے کے قابل رہی ہوں اور نہ ہی اس ذلت کے بعد غیروں میں سما سکتی ہوں —!"

خلیفہ رسول کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا۔ بیٹی! واقعی تو ستائی گئی ہے۔ اگر ابو شحمہ نے ایسا کیا ہے تو اسے دنیا کی کوئی طاقت شرعی احتساب سے نہیں بچا سکتی"

یہ کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے۔ حاضرین پر سرسری نگاہ ڈالی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور لیے

لیے ڈگ بھرتے گھر جا پہنچے۔

اعترافِ جرم

امیر المومنین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا۔ ابوشحمہ اندر ہے؟

آپ کی اہلیہ محترمہ نے جواب دیا

ہاں وہ اندر ہے اور کھانا کھا رہا ہے۔

"اسے کہہ دیجئے کہ خوب جی بھر کر کھا لے۔ ممکن ہے کہ یہ اس کی زندگی کا آخری کھانا ہو۔

یہ سن کر ابوشحمہ کے ہاتھ سے لقمہ گر پڑا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ حضرت عمرؓ قریب پہنچ چکے تھے فرمایا

"ابوشحمہ! جانتے ہو میں کون ہوں؟"

ابوشحمہ۔ آپ میرے والد محترم اور امیر المومنین ہیں۔

حضرت عمرؓ۔ کیا تجھ پر میرا کوئی حق اطاعت واجب ہے؟

ابوشحمہ۔ لرزتی ہوئی آواز میں۔ مجھ پر آپ کے دو حق ہیں۔

حضرت عمرؓ۔ تو میں اپنے حقوق کو درمیان میں لا کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم نے ایک سال پہلے ایک یہودی کے ہاں شراب پی تھی۔

ابوشحمہ۔ جی ہاں! مجھے پلائی گئی تھی اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے توبہ کر لی۔ خدا شاہد ہے کہ اس روز سے آج تک پھر کبھی شراب پینے کا اتفاق نہیں ہوا۔

حضرت عمرؓ۔ کیا یہ درست ہے کہ پھر تم بنی نجار کے باغ میں گئے اور وہاں ایک عورت سے جبراً زنا کیا۔

ابوشحمہ شرم و ندامت سے پانی پانی ہو رہے تھے۔ شدت خوف سے ان کا رواں رواں کانپ رہا تھا اعتراف جرم کا نتیجہ معلوم تھا۔ اس لئے چپ ہو رہے۔

امیر المومنین نے ذرا زور دے کر پوچھا۔ ابوشحمہ جواب دو میں کیا پوچھ رہا ہوں ——"

"—— ہاں۔ جب میں یہودی کے گھر سے روانہ ہوا تو شراب میں بدمست ہو رہا تھا۔ نشے کے عالم میں ہی اس لڑکی سے جبر ہوا۔ کاش میں اس یہودی کے ہاں جا کر مہمان نہ بنتا۔ ابوشحمہ اتنا کچھ کہنے پائے تھے کہ امیر المومنین نے لپک کر اس کی کلائی کو اپنی آہنی گرفت میں لے لیا اور مسجد نبوی کی طرف گھسیٹنے لگے۔

ابوشحمہ رو پڑے۔ کہا

"اے میرے باپ! مجھے لوگوں کے سامنے رسوا نہ کیجئے جو سزا دینی ہے یہاں دے ڈالئے"

فرمایا۔ اے ابوشحمہ کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا ولیشھد عذابھما طائفۃ من المومنین پھر تجھے در پردہ سزا کیسے دی جا سکتی ہے۔

ابوشحمہ یہ سن کر بالکل مایوس ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کشاں کشاں انہیں مسجد میں لے آئے۔ نقیب کو حکم ہوا شہر میں منادی کر دو کہ مسلمان ابھی مسجد نبوی میں حاضر ہوں تا کہ جرم پر حد قائم کی جائے

یَا اَفْلَعُ

نقیب روزانہ گرج گرج کر خلیفہ وقت کا حکم سنایا کرتا تھا۔ لیکن آج اس کی آواز دبی دبی گھٹی گھٹی

ہی تھی۔ ایک ایک لفظ اس کے حلق سے رک رک کر نکلتا تھا۔ اور آنکھیں وفور غم سے ڈبڈبا جاتی تھیں۔ لوگ گروہ در گروہ مسجد کی طرف آنے شروع ہوئے۔ جب انبوہ کثیر جمع ہو گیا تو امیرالمومنین نے کھڑے ہو کر حدود اللہ پر فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور فرمایا خدا کی قسم! اس لڑکی نے سچ کہا تھا۔ ابوشحمہ نے اعتراف کر لیا ہے کہ واقعی اس نے بنی نجار کے باغ میں اس لڑکی کو بے عزت کیا تھا اس لئے میں نے ابوشحمہ پر حدیں قائم کر دی ہیں۔ اسے آپ حضرات کی موجودگی میں سو درّے لگائے جائیں گے

یہ کہہ کر امیرالمومنین نے اپنے غلام کی طرف دیکھا اور اسے پکار کر کہا۔

یا افلح! یا افلح!!

غلام نے چونک کر کہا

لبیک یا امیرالمومنین!

مسجد نبوی کے صحن میں ایک دفعہ پھر گونج سنائی دی

"اپنا درّہ سنبھال اور ابوشحمہ کو پاک کر۔"

افلح یہ حکم سن کر کانپ اٹھا اور روتے روتے کہا

اے میرے آقا! یہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے آقا زادہ کے کوڑے لگاؤں۔ میرے حواس مختل اور بازو شل ہو چکے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے معاف فرمائیں اور یہ کام کسی دوسرے کے سپرد کر دیں۔

امیرالمومنین نے غضب ناک ہو کر کہا

"اے افلح! تجھے معلوم نہیں کہ میری اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت ہے۔ تو خدا اور رسول کے حکم سے گریز کرتا ہے؟ تجھے حدیں مارنا ہوں گی۔ اگر تو نے ارادتاً اس میں کوتاہی کی تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

افلح نے سہمی ہوئی نظروں سے امیرالمومنین کی جانب دیکھا۔ قہر و جلال سے آپ کی آنکھیں شعلہ جوالہ بن رہی ہیں۔ بدن غصہ سے کانپ رہا ہے۔ سوچا کہ جو اپنے جگر گوشہ کے معاملہ میں اتنا سخت ہے وہ میری کب پرواہ کرے گا۔ ایسا نہ ہو کہ نافرمانی کے جرم میں وہ میری کھال بھی ادھیڑ دے۔ لرزتا کانپتا ابوشحمہ کے پاس پہنچا اور اس کے نازنین بدن سے لباس اتارنے لگا۔ صحابہ اس رقت خیز منظر کی تاب نہ لا سکے ہر طرف سے صدائے گریہ بلند ہوئی۔ اس وقت امیرالمومنین کے پہلو میں بھی ایک درد سا پیدا ہوا۔ فولادی دل موم بن کر پگھلا اور حق بین و حق شناس نگاہوں سے آنسو کے چند قطرے ٹپک پڑے۔ گلوگیر ہو کر کہا۔

اے نور چشم! اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ یہ سب کچھ میں اس لئے کر رہا ہوں کہ ہم دونوں قیامت کی رسوائی سے بچ جائیں۔"

پھر افلح کی طرف توجہ کی اور فرمایا۔

ہاں! مارے جا۔ خبردار رعایت نہ ہو۔

ابوشحمہ باپ کی طرف سے مایوس ہو گیا۔ اس نے آخری بار حاضرین پر نگاہ ڈالی۔ اس بڑے مجمع میں رشتہ دار بزرگ دوست سب کھڑے تھے مگر اپنی جگہ بے بس نظر آتے تھے۔ کہیں سے امید کی کرن دکھائی نہ دی تو نظریں زمین کی جانب جھک گئیں۔

اِضرِب

افلح نے دُرّہ سنبھال کر ابو شحمہ کے برہنہ جسم پر حدیں مارنا شروع کیں۔ ستر دُرّے لگے تھے کہ ابو شحمہ نے دردناک آواز میں چلّا کر کہا۔ اے باپ تھوڑا سا پانی پلا دیجئے۔

امیر المومنین نے بھرّائی ہوئی آواز میں فرمایا۔

بیٹا صبر کر! خدا تیرے قصور معاف کرے۔ اب تو آب کوثر ہی تیری پیاس بجھائے گا۔

ساتھ ہی افلح سے کہا۔ اِضرِب جلدی جلدی تمام کوڑے پورے کر ڈال۔

اسّی کوڑے لگے تھے کہ ابو شحمہ نڈھال ہو کر گر پڑے اور امیر المومنین کو الوداعی سلام کہا۔

حضرت عمرؓ روتے ہوئے بولے

وعلیکم السلام۔ اگر حضور رسالت پناہی میں پہنچنے کا شرف حاصل ہو تو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ اے اللہ کے سچے نبی! تیرے خادم عمر کو اس حالت میں چھوڑ آیا ہوں کہ قرآن پڑھتا تھا اور اس کے مطابق احکام جاری کرتا تھا۔

افلح سے کہا اِضرِب۔

ابو شحمہ شدت کرب سے چلّا رہے تھے اور آپ فرماتے جاتے تھے۔ اے افلح! ذرا زور سے۔ ہاں ذرا زور سے۔

نوّے دُرّے لگے تھے کہ ابو شحمہ بے ہوش ہو گئے۔

صحابی یہ حالت دیکھ کر آگے بڑھے اور عرض کی۔

اے امیر المومنین! ذرا ٹھہر جائیے! ابو شحمہ کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ دیکھیں زندہ بھی ہے یا نہیں۔

فرمایا۔ کہ جب گناہ میں تاخیر نہیں ہوئی تو سزا میں کیسے ہو سکتی ہے۔

یہ سن کر صحابی رونے لگے۔

موت

امیر المومنین یہ فرما رہے تھے کہ ابو شحمہ کی والدہ بیٹے کی فلک شگاف چیخیں سن کر باہر نکل آئی۔ چلّا کر کہا۔

اے امیر المومنین! ابو شحمہ پر رحم فرمائیے اور اسے چھوڑ دیجئے میں اس کے ہر تھپا یا دُرّے کے بدلے ایک پا پیادہ حج کروں گی اور زر کثیر صدقہ کے طور پر ادا کروں گی۔

فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ حج اور صدقہ سے حد پوری نہیں ہوتی۔ افلح کو حکم ملا۔

حد پوری کرو ــــــ!

غلام نے دُرّہ اٹھایا اور ابو شحمہ کی لہولہان کمر پر مارنا شروع کیا۔ جونہی آخری کوڑا پڑا کابل سے مصر تک وسیع مملکت کے فرمانروا نے لپک کر اپنے دلبند کو اٹھانے کی کوشش کی مگر اس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا تھا۔

سر زانو پر رکھ لیا اور آسمان کی جانب دیکھ کر کہا

"اے باری تعالیٰ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بیٹے کے معاملے میں اپنے احکام پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

خواب

ابو شحمہ کی لاش جنت البقیع میں دفن کر دی گئی۔ چالیس دن کے بعد حذیفہ یمانی نے حاضر ہو کر امیر المومنین عمرؓ سے

عرض کی کہ آج رات میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ ابو شحمہ بھی ہمراہ تھے اور سبز رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ حضور نے مجھے فرمایا۔

اے حذیفہؓ! عمر سے میرا سلام کہنا۔ واقعی اس نے قرآن پڑھا اور اللہ کے احکام کی تعمیل کا حق ادا کر دیا۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بیتیاب ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔

حذیفہؓ نے دوبارہ عرض کی اس کے بعد میں نے ابو شحمہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا:۔

اے حذیفہؓ! میرے باپ کو سلام کہنا اور عرض کرنا کہ آپ نے حد جاری کر کے مجھے گناہوں سے پاک کر دیا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

مولانا الحاج صوفی اللہ دوھایا صاحب لائلپور

اتباع شیخ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ فَازُوْا عَلَی الْفَوْزِ الْعَظِیْمِ۔

قارئین کرام و محترم ناظرین۔

بتقریب عرس شریف سالانہ علی پور سیداں کے پروگرام میں فقیر کے نام پر یہ مضمون درج ہوتا ہے۔ چونکہ تمام یاران طریقت کا اس مضمون سے قلبی اور معنوی تعلق ہے اس لئے برائے استفادہ قارئین رسالہ انوار الصوفیہ میں شائع کیا گیا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

شیخ اور پیر و مرشد متبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ قرآن حکیم اور سنت کا زبردست عالم ہوتا ہے۔ اور اس کا ہر قول فعل شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اس کا کوئی کام بھی سنت رسول کے خلاف نہیں ہوتا مثلاً

۱۔ گھر میں خوراک اور پوشاک بقدر ضرورت مہیا رکھنا جائز ہے۔ لیکن راہ خدا میں گھر کا مال لٹا دینا بھی سنت ہے۔

۲۔ آنکھوں میں سرمہ لگانا بھی مسنون ہے لیکن خوف خدا میں رات بھر رونا بھی سنت ہے۔

۳۔ پاؤں میں موزہ پہننا بھی سنت ہے لیکن بارگاہ الٰہی میں دست بستہ کھڑے رہنے سے پاؤں کا متورم ہو جانا بھی سنت ہے۔

۴۔ طیب کلام۔ افشائے سلام اور اطعام طعام

ہر ایک برابر کی سنت ہے۔ لیکن راہ خدا میں لنگر
جاری رکھنا بھی سنت ہے

شناخت پیر و مرشد

فقیر اس کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے
حوالہ سے عرض کر چکا ہے۔ کہ وہ مرد کامل قرآن حکیم اک
انتہا کا عالم ہو۔ اس مرد کامل کا کردار۔ گفتار۔ رفتار
سب کچھ تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم
کے نمونے کے مطابق ہو۔ اس کی بیعت اختیار
کرنے سے دل متاثر ہو۔ وہ شریعت مطہرہ پر دل
وجان سے فدا ہو۔ اس کا حال اور قال متوازی ہو۔
ایسے مرد کامل کی بیعت کرنا اور اس کو پیر پکڑنا دین
میں نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون ہے۔

ارشاد ربانی

پارہ ۲۱ سورہ لقمان ع ۲ میں رب تعالیٰ ارشاد
فرماتے ہیں۔ واتبع سبیل من اناب الیّ۔
ترجمہ:۔ اے انسان تو اس شخص کی پیروی کر جس نے
اپنا دل میری طرف پھیر رکھا ہے۔ یعنی جو میری فرمانبرداری
کرتا ہے۔ تفسیر مدارک مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۴۴ میں ہے
من اناب الیّ قال عطاء صاحب من تری
علیہ انوار خدمتی۔ عطاء کہتے ہیں جس کے چہرے
پر میری خدمت کا نور نظر آئے تو اس کی صحبت اختیار
کر اور میری خدمت بجا لا۔ تفسیر روحانی جلد دوم صفحہ ۱۴۵
میں ہے من اناب الیّ ای رجع الیّ عن کل ماسوای
فاخذ منی العلوم والمعارف۔
ترجمہ:۔ یعنے ایسے شخص کی فرمانبرداری کر جو میرے
سوا سب کچھ چھوڑ کر میری خدمت و اطاعت میں حاضر
ہو کر مجھ سے علوم و معارف حاصل کر چکا ہے۔
تفسیر تستری حضرت ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری
مطبوعہ مصر کے صفحہ ۷۴ میں ہے۔ یعنی آیت مذکورہ میں
ہر ایک انسان کے لئے یہ حکم ہے کہ جو از خود حق عزوجل
کی طرف راہ نہ پا سکے وہ آثار صالحین کی پیروی کرے۔
تاکہ اس کو ان کے قدم پر چلنے کی برکت حاصل ہو۔
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اتباع صالحین سے اصحاب
کہف کے کتے کو کیسا نفع دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
نے کلام پاک میں اس کا ذکر خیر کیا ہے اور حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ خدا
کے نزدیک اس رتبہ و عزت کے مالک ہیں کہ ان کے
پاس رہنے والا فیض و برکت سے محروم نہیں رہتا۔
مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق صفحہ ۴۴۳ میں حدیث
شریف ہے۔ جب تم کسی ایسے مرد خدا کے متعلق سنو
جو دنیا کی خواہش نہیں رکھتا اور کم گو ہے تو ایسے شخص
کے پاس جاؤ جو تمہیں حکمت (معرفت الٰہی) سکھلائے
آپ نے یہ بھی فرمایا۔ من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ
فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ ترجمہ۔ یعنی جو شخص مر جائے

اور اس نے بیعت نہ کی ہو تو وہ جاہلیت کی موت
مرا۔ صحیح بخاری میں بیعۃ علی التقویٰ کا باب موجود
ہے۔ قرآن حکیم پارہ ۲۶ سورۃ الفتح ع۔۱۔ آیت
بیعت بھی موجود ہے۔

ترجمہ۔ تم خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر
بھی اور اس کی عزت کرو۔ تعظیم کرو اور دل وجان سے
فرمانبرداری کرو۔

قرآن حکیم۔ سورہ بنی اسرائیل ع۔۷ میں اللہ تبارک
وتعالیٰ فرماتے ہیں یوم ندعوا کل اناس بامامھم
فمن اوتی کتابہ بیمینہ فاولئک یقرءون
کتابھم ولا یظلمون فتیلا۔

ترجمہ۔ یعنی جس دن ہم ہر ایک فرقہ کو اس کے
پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔ پس جس کا اعمال نامہ
اس کے دائیں ہاتھ میں ملا۔ پس وہ لوگ اپنا لکھا پڑھیں
گے۔ اور ان پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ قیامت کے دن ہر
گروہ اور ہر جماعت اپنے پیرو مرشد اور پیشواؤں
کے ساتھ اٹھائی جائے گی۔ اور اس کا حشر بھی انہی کے
ساتھ ہوگا۔ اس لئے کہ مفسرین نے امام کی تفسیر پیشوا
کے ساتھ بھی کی ہے۔

ارشاد ربّانی

سورہ مائدہ ع۔۹ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے
ہیں یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ
الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ:۔ اے ایماندار لوگو۔ اللہ سے ڈرتے رہو
اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور
اس کے راستے میں جہاد بھی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے
ہیں اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم
الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ و
یخافون عذابہ۔ ان عذاب ربک کان
محذورا۔

ترجمہ:۔ یعنی وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود
اپنے رب تک وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ کونسا شخص بہت
نزدیک ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس
کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا
عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

ان آیات میں وسیلہ سے مراد پیغمبر اسلام۔ قرآن
حکیم۔ اعمال صالحہ اور پیرو مرشد ہے کیونکہ یہ سب
وسائل رب تعالیٰ تک پہنچنے اور معرفت اللہ کا بہترین
ذریعہ ہیں کیونکہ پیغمبر آخر الزمان سید الانبیاء
والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء بھی ہیں اور
آپ پیشوائے کل بھی ہیں۔ اس لئے علمائے صالحین،
بزرگانِ دین آپ کے نائب اور خلیفہ مجاز ہیں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن کی اتباع اور پیروی ضروری

۴ اور بغیر پیر و مرشد اور شیخ وقت منازل سلوک اور مدارج عرفان طے کرنا سخت مشکل ہے بلکہ احکام شریعت کی پیروی بھی۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیماً۔

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ اے محبوب آپ سے بیعت کرتے ہیں یقیناً وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جس شخص نے بیعت توڑ دی اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اور جس نے بیعت کو پورا کیا (جو اللہ تعالیٰ سے سلسلہ بیعت میں عہد باندھا تھا) پس عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا

عورتوں کی بیعت بھی جائز اور مسنون ہے

ارشاد ربانی

قرآن حکیم سورہ ممتحنہ میں مکمل بیعت کا طریقہ موجود ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ عورتوں کی بیعت جائز بلکہ سنت ہے۔

قرآن حکیم۔ یایھا النبی اذا جاءک المؤمنٰت یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم

ترجمہ:۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں آئیں اور وہ اس شرط پر بیعت کرنی چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی اور چوری اور بے حیائی نہ کریں گی اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ہی بہتان باندھیں گی اور نہ ہی نیک کاموں میں نافرمانی کریں گی۔ پس ان کو بیعت کریں اور ان کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے بخشش مانگیں، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بیعت ایک تاکیدی امر ہے۔

راہ خدا میں مشکل مقامات بغیر پیر و مرشد کے حل نہیں ہو سکتے۔ پیر و مرشد کی محبت اور فرمانبرداری ضروری اور لازمی امر ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیے " قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم

ترجمہ:۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں سے فرما دیجئے اگر (تم) اللہ تعالیٰ کو دوست رکھنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو تمہیں اللہ تعالیٰ دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور صالحین امت نے جو کچھ پایا ہے وہ اپنے پیر و مرشد اور ہادی و رہنما کی اتباع اور فرمانبرداری ہی سے پایا ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے حکم تھا۔ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ ط

شیخ کامل کی نسبت اور اس کی صحبت سے نفس پر سہل اور آسان ہو جاتی ہے

حدیث

سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علماء صالحین بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ مرشد برحق عالم وعارف ہوتا ہے۔ اس کی ہدایت وتلقین کے بغیر فنا فی الوجود فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے منازل طے کرنا دشوار ہیں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بیعت صرف کافروں سے مسلمان ہونے پر لی جاتی ہے یہ سراسر غلط اور فضول ہے کیونکہ آیۂ مبارکہ "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (سورۃ فتح) اس بات پر شاہد عدل ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیعت لینا مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام کے لئے تھا نہ کہ کفار سے

مسلمان عورتیں

اسی طرح عورتوں کی بیعت بھی کافر عورتوں کی بجائے مسلمان عورتوں سے لی گئی۔ بلکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کا مکمل طریقہ بھی اس میں ارشاد فرما دیا ہے۔ تاکہ میرا ہر نائب، صالح، متقی اسی طریق پر بیعت لیتا رہے اور بلغوا عنی ولو کان آیہ کے مطابق حضور کی تبلیغ و رشد وہدایت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے

یہ بھی یاد رہے کہ جو شخص اپنے پیر و مرشد سے بیعت کر لے اور اس کا شیخ، صالح، نیک، پرہیزگار اور شریعت کا پابند ہو اگر مرید کے دل میں اپنے پیر کے متعلق غلط قسم کے وسوسے پیدا ہوں یا وہ بداعتقادی کا شکار ہو جائے تو تجدید بیعت کر لے یعنی اپنے اسی پیر و مرشد سے دوبارہ بیعت کر لے لیکن ایسا ہرگز نہ کرے کہ دوسرے پیر سے بیعت کرے ورنہ وہ نقض عہد کا مرتکب ہو کر گناہ گار ہو جائیگا اور دوسری بیعت مردود سمجھی جائے گی۔

مولانا انور علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہتکی نے کیا خوب فرمایا ہے

پہلے عشق پیر ہے اور بعدہٗ عشق رسول
اس کے بعد ہے عشق حق اس قاعدے کو تو نہ بھول

مولانا بھیک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پاک فیصلے کو اپنے شعر میں اسطرح ارشاد فرمایا ہے

ہر روٹھے تب ٹھوڑ ہے۔ گور روٹھے نہیں ٹھوڑا
ہر روٹھے گور میلیسی ، گور روٹھے ہر ناہ

ترجمہ :۔ خدا روٹھ جائے تب پناہ کی جگہ باقی رہتی ہے مگر پیر و مرشد کے روٹھ جانے سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں رہتی۔ خدا اگر روٹھ جائیگا۔ تب مرشد حق ملا دیگا لیکن اگر مرشد روٹھ جائے۔ تب خدا نہیں ملا سکتا۔

حضرت عارف رومی مولانا جلال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مثنوی کے مصنف ہیں اپنے پیر و مرشد کی شان میں کیا خوب فرماتے ہیں

؎ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم۔ تا غلام شمس تبریزی نہ باشد

ترجمہ :۔ یعنی جب تک حضرت خواجہ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا غلام نہ ہوا اس کو مولانائے روم ہونا نصیب نہ ہوا۔ اسی واسطے مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

چوں کہ ذات پیر را کردی قبول۔ ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول
پیر را بگزین کہ بے پیر ایں سفر۔ ہست پر آفات و پر خوف و خطر
پیر کامل سایہ ظل خدا۔ یعنی دید پیر، دید کبریا
پیر کامل صورت ظل خدا۔ یعنی ظل پیر، ظل کبریا
کار خود کن، کار بیگانہ مکن۔ در زمین غیر خود و فانہ مکن

(سید نظامی)

ان احباب کے
اسماء گرامی جنہوں نے رسالہ کی توسیع اشاعت
میں دست اعانت دراز فرمایا

(۱) عالیجناب کوکب ہدایت حضرت مولانا حاجی اللہ دوھایا صاحب پیپلز کالونی لائیلپور نے۔ جناب محمد اقبال ایڈووکیٹ لائیلپور سے مبلغ پندرہ روپے بمد زکوٰۃ ارسال کر کے مدد فرمائی ان کی اس رقم سے تین مستحقین کے نام ایک سال کے لئے رسالہ جاری کیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ پانچ نئے خریداروں کے نام رسالہ جاری کروایا جن کا چندہ بذریعہ منی آرڈر وصول ہوا

(۲) عالی جناب خلیفہ مجاز پیر سید چراغ النبی صاحب نے کہروڑ پکا سے اپنے نو مریدین سے مبلغ پینتالیس روپے اور پانچ روپے اپنا چندہ اس میں جمع کر کے پورے پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کئے ہیں اور نو خریداروں کا نام و پتہ ارسال کیا ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی اسی طرح امداد فرماتے رہا کریں گے۔

دیگر خلفا کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ وہ ان بزرگوں کی طرح اپنے حلقہ احباب اور مریدین سے خریدار بنائیں تاکہ رسالہ کی اشاعت اور اس کا معیار دیگر رسائل کے برابر جیسا بلکہ ان سے بھی عمدہ ہو۔

ارتحال پر ملال۔ جناب صاحبزادہ سید شمس الحق صاحب حضرت پیر سید غلام حسین شاہ صاحب (ماڑی شریف ضلع گجرات) کے فرزند ۱۹ جولائی بتقاضائے الٰہی دنیائے فانی سے رحلت کر گئے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور قبلہ شاہ صاحب و دیگر اعزہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ انوار الصوفیہ پسماندگان کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے۔

(قصور۔ کوٹ عثمان خاں) ہمارے مخلص پیر بھائی شیخ افتخار احمد صاحب کی والدہ ماجدہ ایک دراز عرصہ صاحب فراش رہکر دار دنیا سے رحلت پا گئی ہیں قارئین رسالہ سے استدعا ہے کہ ان کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔